Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ..............25 روپے
سالانہ..............300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....بجلی کا بحران اور بڑھتی ہوئی مہنگائی..............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۴۶، آیت نمبر ۶۱)... بنی اسرائیل کی ناشکری اور ان پر ابدی ذلّت...... // // ۵

درسِ حدیث ....مالی صدقات وخیرات کے ذریعے ایصالِ ثواب........ // // ۱۱

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

راولپنڈی شہر سے...مفتی محمد رضوان ۲۶

ماہِ رجب: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..........مولوی طارق محمود ۲۹

کنویں کی پاکی ناپاکی کے احکام (پاکی ناپاکی کے مسائل: قسط ۱۶)..........مفتی محمد امجد حسین ۳۳

اجارہ (کرایہ داری) کے احکام کا بیان (معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام: قسط ۲۱).......... // // ۳۶

حضرت مہدی، دجال اور دو چاندوں کا ظہور..........................مفتی محمد رضوان ۴۰

پیشاب پاخانے کے آداب.. // // ۴۳

اولیاءاللہ کی صحبت اور اصلاحِ معاشرت کی ضرورت (قسط ۱)......اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۵۰

موجودہ اسلامی بینکاری سے متعلق اظہارِ خیال (بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس).....مفتی محمد رضوان ۵۵

علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۱۰)............مولانا محمد امجد حسین ۵۷

تذکرۂ اولیاء:........ حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ...........امتیاز احمد ۶۲

پیارے بچو! .... اعمال کا ثمرہ اور نتیجہ...............مولانا محمد امجد حسین ۶۸

بزمِ خواتین .... خواتین کے لباس کے شرعی احکام (قسط ۴)........مفتی ابوشعیب ۷۰

آپ کے دینی مسائل کا حل.... ایصالِ ثواب سے متعلق چند منکرات وبدعات............ادارہ ۷۳

کیا آپ جانتے ہیں؟............ سوالات وجوابات..........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۷

عبرت کدہ .... حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط ۷)..............ابوجویریہ ۸۹

طب وصحت........ چھوٹے بچوں کے امراض کی تشخیص وعلامات.........حکیم کلیم اختر مرزا ۹۲

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.......................مولانا محمد امجد حسین ۹۴

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...............ابرار حسین ستی ۹۶

Is There Any Picture On The Moon?.............................. // // ۹۸

Idara Ghufran

اداریہ   **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**   مفتی محمد رضوان

بجلی کا بحران اور بڑھتی ہوئی مہنگائی

ملک میں گزشتہ چند ماہ سے مہنگائی میں اتنا زیادہ اضافہ ہوا ہے، کہ شاید ہماری یادداشت میں کبھی اتنی تیزی کے ساتھ اضافہ نہ ہوا ہو، اشیائے خوردنی سے لے کر روزہ مرہ استعمال کی تقریباً ہر چیز کی قیمتوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، پٹرول، گیس اور بجلی کی قیمتوں میں ایک مرتبہ نہیں پے درپے کئی کئی مرتبہ اضافہ کیا جا رہا ہے، متعدد حکمران بڑھتی ہوئی مہنگائی پر قوم سے معافی کی درخواست بھی کر چکے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ معافی تلافی کی زبانی کلامی جمع خرچ کرنے سے اس طرح کے مسائل کا حل نہیں نکلا کرتا، بلکہ مسائل کے حل کے لئے عملی طور پر مؤثر اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے۔

یوں تو تجزیہ نگاروں کے بقول ملک میں جاری مہنگائی کے کئی ظاہری اسباب بیان کئے جا رہے ہیں، لیکن ہمارے خیال میں ملک میں بجلی کی پیداوار کی قلت مہنگائی کا ایک بڑا ظاہری سبب ہے، جب سے ملک میں لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ شروع ہوا ہے، اس وقت سے لے کر اب تک نہ جانے ملک میں کتنی انڈسٹریاں اور فیکٹریاں پوری طرح بند ہو چکی ہیں، کیونکہ بجلی کی مطلوبہ مقدار کے بغیر ان کو جاری رکھنا دشوار ہو رہا تھا، اور مصنوعات سازی کا سلسلہ کمزور پڑ جانے سے ملک میں اشیائے صرف وخرچ میں کمی کا واقع ہونا بالکل ظاہر ہے، اور طلب کا زیادہ ہونا اور رسد کا کم ہو جانا مہنگائی کا اہم سبب ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی اشیائے ضروریہ ایسی ہیں جو ڈیفریجروں کی ٹھنڈک میں ہی سلامت ومحفوظ رہ سکتی ہیں، اور جب بجلی کی مطلوبہ مقدار حاصل نہ ہو تو ان کو محفوظ رکھنا ممکن نہیں ہوتا، پچھلے دنوں اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ لوڈ شیڈنگ کے باعث بڑی تعداد میں مختلف ویکسین اور دوائیاں ناقابلِ استعمال ہو چکی ہیں، اور ان کو اس حالت میں استعمال کرنا بیماری بلکہ ہلاکت تک کا باعث ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف بجلی کی قلت کے نتیجہ میں پیٹرول اور گیس کے استعمال میں بھی اضافہ ہو گیا ہے، جگہ جگہ پیٹرول اور گیس کے جنریٹروں سے لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے پر مجبور ہیں، اور پیٹرول کے استعمال کے اضافہ سے پیٹرول کی قیمتوں میں بھی نمایاں تیزی آئی ہے۔

اب تک ہمارا سابقہ تجربہ یہی ہے کہ پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے سے تقریباً ہر چیز کی قیمت میں اضافہ

ہوتا رہا ہے، تو پیٹرول کی قیمتوں میں زیادتی کا ایک بڑا سبب بھی بجلی کی قلت ہی ہوا۔

بہر حال بجلی کی قلت بلاواسطہ یا بالواسطہ ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی کا بہت بڑا ظاہری سبب ہے۔

لہٰذا ہم اس موقع پر دو گزارشات قارئین کی نذر کرنا چاہتے ہیں، ان میں ایک گزارش کا تعلق تو حکومت سے ہے اور دوسری کا تعلق عوام سے ہے۔

حکومت سے تو ہماری گزارش یہ ہے کہ انتہائی ترجیحی بنیادوں پر ملک میں فوری طور پر بجلی کی مطلوبہ مقدار مہیا کرنے کا اہتمام کرے، اور ہنگامی طور پر ملک میں پانی کے ذخائر جمع کرنے کے لئے بڑے، چھوٹے اور متوسط ڈیمز تیار کرے، اور پانی کے ذخیرہ کرنے کا کوئی بھی بڑا چھوٹا موقع ہاتھ سے نہ جانے دے۔

بد قسمتی سے ہمارے حکمرانوں کی توجہ بڑے ڈیموں کی طرف تو ہوتی رہی ہے، اور بڑے ڈیم نہ بننے کی صورت میں معاملہ کھٹائی میں پڑا رہتا ہے، لہٰذا بڑے بڑے ڈیموں کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں متوسط اور چھوٹے چھوٹے ڈیم ترجیحی اور ہنگامی بنیادوں پر بنا کر ہی ہم اپنی سونا اگلتی زمینوں کو بنجر ہونے سے اور ملک وقوم کو قحط وہلاکت میں مبتلا ہونے سے بچا سکتے ہیں، مثل مشہور ہے ”قطرہ قطرہ دریا شود“

بڑے ڈیم بنانے کے حوالے سے ہمارے منصوبے اور پلان مخصوص جغرافیائی ومعروضی ملکی حالات کی وجہ سے گزشتہ کم از کم تیس سال سے سرد خانے میں پڑے ہوئے ہیں، اگر یہی حالات رہے تو مزید تیس تو کیا پچاس سال میں بھی ایسے بڑے اور متنازع ڈیم شائد ہی بن سکیں کیونکہ ”نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی“

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارا ملک قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، جس میں پانی کی مقدار بھی شامل ہے۔

اور اس کے ساتھ بجلی کے ناجائز استعمال کے خلاف سخت قوانین بنائے جائیں اور اس کا سختی کے ساتھ نوٹس لیا جائے اور میڈیا وذرائع ابلاغ کے واسطہ سے قوم کو بجلی کے بے جا استعمال سے بچانے کی کوششیں کی جائیں، اس سلسلہ میں ترقی یافتہ ممالک میں رائج طریقۂ کار سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

دوسری گزارش جس کا تعلق عوام سے ہے وہ یہ ہے کہ بجلی کے استعمال کو کم از کم کریں اور ہر طرح کے فضول اور بے جا استعمال سے بچنے، بچانے کا سخت اہتمام کریں۔

ہمارے عوام بجلی کے بے تکے اور بے ڈھنگے پن کے ساتھ استعمال کے جو عادی ہو چکے ہیں، اس پر ہم ایک سے زیادہ مرتبہ کسی قدر گزشتہ شماروں میں گفتگو کر چکے ہیں۔

ہماری تمنا اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت اور عوام کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں سمجھنے اور ان کو نباہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۴۶، آیت نمبر۶۱) مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کی ناشکری اور ان پر ابدی ذلّت

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَ قِثَّآءِ هَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا. قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ. اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَکُمْ مَّا سَاَلْتُمْ . وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْکَنَةُ وَبَآءُ وْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ. ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ. ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ (۶۱)

ترجمہ: اور جب کہا تم نے اے موسیٰ! ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر، سو دعا مانگو ہمارے لئے اپنے ربّ سے کہ نکالے ہمارے واسطے جو اُگتا ہے زمین سے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔ فرمایا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو، وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلہ میں جو بہتر ہے، اُترو کسی شہر میں تو تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو، اور ماردی گئی ان پر ذلت اور پستی اور مستحق ہوگئے اللہ کے غضب کے، یہ اس لئے ہوا کہ انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے احکام کا، اور قتل کرتے تھے نبیوں کا ناحق (نیز) یہ اس لئے کہ نافرمان تھے، اور حد پر نہ رہتے تھے (۶۱)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے مختلف انعامات اور احسانات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اب بنی اسرائیل کی شرارتوں اور بُری عادتوں اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ساتھ اُن کے بُغض وعناد کو بیان فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر جس قدر ہماری نعمتیں نازل ہوتی رہیں، اسی قدر اُن کی سرکشی اور گمراہی میں اضافہ ہوتا رہا۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے انعامات کے بعد اُن کی شرارتوں اور قباحتوں اور اُن پر سزاؤں کا ذکر

فرمایا۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی سب سے پہلی شرارت اور بُری عادت جو ذکر فرمائی، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری اور اُن کی طبیعت کی دناءت اور خست تھی، جو خبیث چیز کو طیب چیز پر اور خسیس کو نفیس چیز پر ترجیح دینے کا باعث بنی (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

یہ قصہ بھی وادیٔ تیہ کا ہے، بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی طور پر نازل کردہ خوراک من وسلویٰ سے اُکتا کر مختلف ترکاریوں اور غلوں کا مطالبہ کیا تو ان کو شہر میں جانے کا حکم ہوا کہ وہاں جاؤ، وہاں تمہیں یہ چیزیں ملیں گی (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے من اور سلویٰ پر صبر نہ کرنے کی شکایت اور مختلف ترکاریوں اور غلّوں کا مطالبہ کرتے وقت سب سے پہلی بے ادبی تو یہ کی کہ موسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر پُکارا کہ:

''یٰمُوْسٰی'' یعنی اے موسیٰ!

حالانکہ ادب کا تقاضا یہ تھا کہ اے اللہ کے رسول یا اللہ کے نبی یا اے کلیم اللہ وغیرہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے۔

اور دوسری بے ادبی یہ کی کہ یہ کہا:

''لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ'' کہ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر

بنی اسرائیل کا یہ کلام اور انداز بھی اُن کی اندرونی خباثت اور باطنی شرارت کی خبر دے رہا ہے کہ وہ لوگ صبر و تحمّل تو کر سکتے تھے، مگر اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے۔

ورنہ اگر فی الحقیقت اور بالفرض صبر کی طاقت ہی نہ تھی تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ:

لن نستطیع الصبر. یعنی ہم میں صبر کی طاقت نہیں ہے۔

اور مناسب تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو قبول کرتے، اور اللہ ربُّ العزت سے اپنے لیے صبر و تحمّل کی درخواست کرتے، مثلاً یہ کہتے:

''ربنا افرغ علینا صبرا'' کہ اے ہمارے رب ہم کو صبر و تحمّل عطا فرما۔

مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

تیسری بے ادبی یہ کی کہ انہوں نے کہا:

"فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ" کہ دعا مانگو ہمارے لئے اپنے ربّ سے۔

حالانکہ جس کا ظاہر بتلا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ربّ تو مانا، مگر اپنی طرف اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے کی نسبت گوارا نہیں کی۔

ورنہ مثلاً یوں کہنا چاہیے تھا کہ:

"فَادْعُ لَنَا رَبَّنَا" کہ دعا مانگو ہمارے لئے ہمارے ربّ سے۔

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے اس مطالبے کے جواب میں یہ فرمایا کہ کیا تم ادنیٰ اور خسیس چیز کو بہتر اور عمدہ چیز کے بدلے میں لینا چاہتے ہو؟

مطلب یہ تھا کہ پیاز وغیرہ کی منّ وسلویٰ کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟ اور پیاز تو ایسی چیز ہے کہ جس کی بدبو سے اللہ کے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

پھر من اور سلویٰ براہِ راست اللہ تعالیٰ کا آسمان سے اُتارا ہوا رزق ہے، دنیا میں کمانے کی محنت ومشقت نہیں، اور آخرت میں اس پر کوئی حساب نہیں۔

خیر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اپنی ہمت کی پستی اور طبیعت کی خستی کی وجہ سے اس عمدہ رزق کے بدلے میں ادنیٰ اور معمولی چیز ہی لینا چاہتے ہو تو شہر میں جا کر اُترو، وہاں تمہیں وہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔

لیکن میری یہ ہمت اور شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کی درخواست کروں جو کم ہمتی اور پستی پر دلالت کرتی ہیں۔ البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو فرمایا:

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ کہ اُترو کسی شہر میں تو تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔

شہر میں جانے کو اُترنے سے تعبیر فرمایا، جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس عمل کے ذریعے سے تم اعلیٰ رزق سے ادنیٰ رزق اور اعلیٰ حالت سے ادنیٰ اور پست حالت کی طرف اُتر جاؤ گے (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

بنی اسرائیل کی شرارتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر دنیا میں دائمی ذلت ومسکنت مسلّط کر دی گئی، اور دنیا وآخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوگئے۔

چنانچہ فرمایا:

"ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُ وْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ" کہ ماردی گئی ان پر ذلت اور پستی اور مستحق ہوگئے اللہ کے غضب کے۔

یہاں لفظ **''ضُرِبَتْ''** کے ذریعے بنی اسرائیل کی سزا دنیا میں دائمی ذلت ومسکنت ہونا اور **''وَبَآءُ وْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ''** کے ذریعے دنیاوآخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہونا بیان کیا گیا ہے۔

یہ ذلت اور مسکنت اُن سے کبھی علیٰحدہ نہیں ہوسکتی۔

ان کی دائمی ذلت ومسکنت کا مفہوم جو مفسرین سے منقول ہے، اس کا خلاصہ تفسیر ابنِ کثیر میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

لایزالون مستذلین من وجدهم استذلهم وضرب علیهم الصغار.

یعنی وہ کتنے ہی مالدار بھی ہوجائیں، ہمیشہ تمام اقوام میں ذلیل وحقیر ہی سمجھے جائیں گے، جس کے ہاتھ لگیں گے ان کو ذلیل کرے گا، اور ان پر غلامی کی علامتیں لگا دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

هم اصحاب النيالات يعني أصحاب الجزية .

کہ یہودی ہمیشہ دوسروں کی غلامی میں رہیں گے، ان کو ٹیکس وغیرہ ادا کرتے رہیں گے، خود ان کو کوئی قوت واقتدار حاصل نہ ہوگا (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

اس مضمون کی ایک آیت سورہ آلِ عمران میں تھوڑے اضافے کے ساتھ آئی ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ. ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (سورة آلِ عمران آیت نمبر ۱۱۲)

یعنی ''ان پر ذلت ماردی گئی، جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے؛ مگر ہاں (وہ دو ذریعوں سے اس ذلت سے نجات پاسکتے ہیں) ایک تو ایسے سبب سے جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے سبب سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے؛ اور مستحق ہوگئے اللہ کے غضب کے اور جمادی

گئی اُن پر ذلت۔

یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مُنکر ہو جاتے تھے، اور پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیا کرتے تھے اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے''

اللہ تعالیٰ کے ذریعہ کا مطلب تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے قانون میں امن دے دیا ہو، جیسے نابالغ بچے، عورتیں، یا ایسے عبادت گزار جو مسلمانوں سے لڑتے نہیں، وہ محفوظ و مامون رہیں گے، اور آدمیوں کے ذریعہ مراد صلح کا معاہدہ ہے، جس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مسلمانوں سے صلح یا جزیہ دینے کا معاہدہ ہو کر ان کے ملک میں رہیں۔

مگر قرآن مجید کے الفاظ میں ''من الناس'' فرمایا ہے ''من المسلمین'' نہیں، اس لئے یہ صورت بھی مراد ہو سکتی ہے کہ دوسرے غیر مسلموں سے صلح کا معاہدہ کر کے ان کی پشت پناہی میں آ جائیں تو مامون رہ سکتے ہیں۔

پھر اس آیت ''حبل من اللہ'' اور حبل من الناس'' کو اگر استثنا متصل قرار دیا جائے تو معنیٰ یہ ہو ہونگے کہ یہود ہمیشہ ہر جگہ ذلیل وخوار رہیں گے سوائے ان دو صورتوں کے کہ یا تو اللہ تعالیٰ کے عہد کے ذریعہ ان کے بچے، عورتیں وغیرہ اس ذلت وخواری سے نکل جائیں، یا صلح کے معاہدہ کے ذریعہ یہ اپنے آپ کو ذلت وخواری سے بچالیں۔

اور اگر استثناء منقطع قرار دیا جائے تو معنیٰ یہ ہونگے کہ یہ لوگ اپنی ذلت اور اپنی قومی حیثیت سے تو ذلیل وخوار ہی رہیں گے، گو اللہ تعالیٰ کے قانون کی وسعت میں آ کر ان کے بعض افراد اس سے محفوظ ہو جائیں، یا دوسرے لوگوں کا سہارا لے کر ذلت وخواری پر پردہ ڈال دیں (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

یہودیوں پر مذکورہ دو عذابوں کے نازل ہونے کی پہلی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی:

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ

یہ اس لئے ہوا کہ انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے احکام کا

اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی:

وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ.

اور قتل کرتے تھے نبیوں کا ناحق

ناحق قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیے تھے کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے تو اس کے عوض میں اس کو قتل کیا جائے، تو ایسی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی تھی، اور وہ لوگ خود بھی اپنی اس حرکت کو ناحق سمجھتے تھے، لیکن صرف عناد اور سرکشی کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا کرتے تھے۔

اگرچہ اللہ کے نبی کا قتل ہمیشہ ناحق ہی ہوا کرتا ہے، لیکن یہودیوں کے اس فعل کی قباحت اور شناعت بیان کرنے کے لیے **بغیر الحق** کی قید لگا دی گئی۔

لہٰذا اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ کبھی کسی نبی کا قتل حق بھی ہوتا ہے، کیونکہ یہ بتلایا جا چکا کہ وہ ہمیشہ ناحق ہی ہوا کرتا ہے۔

بنی اسرائیل اس بارے میں بہت مشہور ہیں کہ انہوں نے بے شمار انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو قتل کیا ہے،

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور پیغمبروں کو قتل کیا کرتے تھے تاکہ ہدایت کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے۔

اور حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے نبی کو قتل کیا یا جو شخص نبی کے ہاتھ سے قتل ہوا، ان دونوں کو آخرت میں سخت ترین عذاب دیا جائے گا (مسند احمد) (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ

''یہ اس لئے کہ نافرمان تھے، اور حد پر نہ رہتے تھے''

مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے، اور جس چیز کی اجازت یا حکم دیا جاتا تھا، اُس سے تجاوز کرتے تھے، اور حد بندی پر قائم نہ رہتے تھے۔ [1]

اور حد پر نہ رہنے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نافرمانی کرنے میں کسی حد پر نہیں ٹھہرتے تھے، بلکہ آگے ہی بڑھتے رہتے تھے، اور اس کا آخری درجہ کفر ہے، تو وہ کفر میں بھی مبتلا ہو جاتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا صریح کفر ہے۔ [2]

---

[1] وهذه علة أخرى فى مجازاتهم بما جوزوا به، أنهم كانوا يعصون ويعتدون، فالعصيان فعل المناهى، والاعتداء المجاوزة فى حد المأذون فيه أو المأمور به (ابنِ كثير)

[2] ويجوز أن تكون إشارة الى الكفر والقتل المذكورين، فلا يكون تكريرا ولا توكيداً، ومعناه: أن الذى حملهم على جحود آيات الله وقتلهم الانبياء إنما هو تقدم عصيانهم واعتدائهم، فجسرهم هذا على ذالك، إذا المعاصى يريد الكفر (تفسير البحر المحيط)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مالی صدقات وخیرات کے ذریعے ایصالِ ثواب

مالی عبادات یعنی صدقہ وخیرات وغیرہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرنے کا کئی احادیث سے ثبوت ملتا ہے۔

جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(۱)......حضرت عمر بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم :مَاعَلٰی اَحَدِکُمْ اِذَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ تَطَوُّعًا اَنْ یَّجْعَلَھَا عَنْ اَبَوَیْہِ ، فَیَکُوْنُ لَھُمَا اَجْرُھَا ،وَلَایُنْقَصُ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْئٌ (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۷۹۴۱،وقال الطبرانی: لم یروھذا الحدیث عن عثمان بن سعد الا خارجۃ بن مصعب)

ترجمہ:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب نفلی صدقہ کرے تو اس میں حرج نہیں کہ اُس کو اپنے والدین کے (ثواب پہنچانے) کے لیے کردے، تو والدین کو اس کا (پورا پورا) ثواب پہنچ جائے گا، اور صدقہ کرنے والے کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی'' (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کرنے سے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی، نیز اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب کسی عمل کا ایک سے زیادہ افراد کو ثواب پہنچایا جائے تو سب افراد کو پورا پورا ثواب پہنچتا ہے۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

اجرھا کا مرجع صدقہ ہے، جس کا حقیقی مفہوم کل الصدقۃ ہے، نہ کہ جزو الصدقۃ، اور لھما سے متبادر اور شاعر اطلاق کے وقت کل واحد ہوتا ہے، اور مجموعہ مراد ہونا محتاجِ قرینہ ہوتا ہے، اور قرینہ کا فقدان ظاہر ہے، پس معنیٰ یہ ہوئے کہ دونوں میں سے ہر ہر واحد کو پورے صدقہ کا اجر ملے گا، اور دوسرے احتمالاتِ مخالفہ غیر ناشی عن دلیل ہیں، اس لئے معتبر نہیں (بوادر النوادر ص ۳۵۴، امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۶۳۱)

Idara Ghufran

(۲)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ اِنَّ اَبِیْ مَاتَ وَتَرَکَ مَالاً وَلَمْ یُوْصِ فَهَلْ یُکَفِّرُ عَنْهُ اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهُ ؟ قَالَ نَعَمْ (صحیح مسلم کتاب الوصیة، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت، حدیث نمبر ۳۰۸۱ واللفظ لهٗ؛ نسائی، حدیث نمبر ۳۵۹۲؛ ابنِ ماجه، حدیث نمبر ۲۷۰۷؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۸۴۸۲؛ مسند ابویعلی الموصلی، حدیث نمبر ۶۳۶۱؛ صحیح ابنِ خزیمه، حدیث نمبر ۲۳۰۱)

ترجمہ: ''ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے اور (اپنے ترکہ میں) انہوں نے مال چھوڑا ہے اور کوئی وصیت نہیں کی ہے تو (اگر) میں ان کی جانب سے کچھ صدقہ (خیرات) کردوں تو کیا میرا یہ صدقہ ان کے لئے (اُن کی خطاؤں کا) کفارہ بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں'' (ترجمہ مکمل)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُردہ شخص کے لیے زندہ شخص کا صدقے کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، اور یہ کہ ایصالِ ثواب سے مُردہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ [۱]

اور اس حدیث میں اس بات کی بھی صاف وضاحت موجود ہے کہ فوت ہونے والے شخص نے صدقہ وغیرہ کی کوئی وصیت بھی نہیں کی تھی، لہٰذا شرعی قاعدے کے مطابق وصیت نہ ہونے کی وجہ سے فوت شُدہ شخص کا مال وارثوں کی ملکیت بن گیا تھا۔

جس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص اپنی ذاتی ملکیت سے مال کا صدقہ کرکے دوسرے کو ایصالِ ثواب

---

[۱] بعض ایصالِ ثواب کے منکرین نے اس حدیث میں مذکور ''یُکَفِّرُ'' کا جو یہ مطلب بیان کیا ہے کہ:
یہ الفاظ تو یہ ثابت کررہے ہیں کہ کسی کفارے کا معاملہ تھا، جو مرنے والے کے ذمہ واقع ہوگیا تھا (عقیدہ ایصالِ ثواب قرآن کی نظر میں ص۱۲۰، تالیف: حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)
اس سے اتفاق مشکل ہے، جیسا کہ مسلم کے شارح امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
قولهٗ: فَهَلْ یُکَفِّرُ عَنْهُ اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ أی هل تکفر صدقتی عنه سیئاته ؟ واللہ اعلم (شرح النووی علی مسلم، حدیث نمبر ۳۰۸۱)
قوله(یُکَفِّرعنه)من التکفیر ای سیئاته او هذه السیئة وهو ترک الوصیة مع کثرة المال وعده سیئة لما فیه من النقصان والحرمان عن الثواب العظیم مع وجود الامکان (حاشیة السندی علی النسائی درذیل حدیث نمبر ۳۵۹۲، باب فضل الصدقة عن المیت ،کتاب الوصایا)

کرسکتا ہے۔

(۳)...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میرے دادا عاص بن وائل نے زمانۂ جاہلیت میں سو اونٹوں کی قربانی کی منّت مانی تھی (جس کو وہ پورا نہ کرسکے اور انہوں نے اپنے دو بیٹے ہشام اور عمرو چھوڑے) تو ان کی طرف سے ان کے ایک بیٹے ہشام بن عاص نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ ذبح کیے، پھر (میرے والد) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے کے بعد) حضور علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا (سوال کا مقصد یہ تھا کہ اگر بقیہ پچاس اونٹ میں ان کی طرف سے قربان کردوں تو کیا اس سے ان کو کچھ نفع ہوگا؟)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

اَمَّا اَبُوکَ فَلَوْ اَقَرَّ بِالتَّوْحِیدِ فَصُمْتَ وَتَصَدَّقْتَ عَنْهُ نَفَعَهُ ذَالِکَ (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، بن العاص رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۶۷۰۴ واللفظ لہٗ؛ مصنف ابنِ ابی شیبہ، جزء ۵ صفحہ ۲۱۸) ۱؎

ترجمہ: ''تمہارے باپ اگر لا الہ الا اللہ کے ماننے والے ہوتے (یعنی مومن ہوتے اور) پھر تم ان کی طرف سے روزے رکھتے اور صدقہ کرتے تو اس سے ان کو نفع ہوتا'' (ترجمہ مکمل)

اور ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں:

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّهُ لَوْ کَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَالِکَ (ابوداؤد حدیث نمبر ۲۴۹۷، باب ماجاء فی وصیة الحربی یسلم ولیه ایلزمه ان ینفذها، کتاب الوصایا، سنن کبریٰ للبیهقی باب ماجآء فی العتق عن المیت، معرفة السنن والآثار حدیث نمرب ۴۰۷۸) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتے اور پھر تم ان کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا ان کی طرف سے صدقہ کرتے یا ان کی طرف سے حج کرتے تو یہ (یعنی اس کا ثواب) ان کو پہنچ جاتا'' (ترجمہ مکمل)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ جو شخص کفر کی حالت میں فوت ہوجائے، اُس کو ایصالِ

۱؎ اس حدیث کی سند قابلِ حجت ہے (درسِ ترمذی جلد۲ صفحہ ۴۶۰)

۲؎ قال الالبانی: حسن (مشکاة، باب الوصایا)

ثواب نہیں ہوسکتا، البتہ اگر اسلام کی حالت میں فوت ہو تو پھر اُس کو روزے کے ذریعے (جوکہ بدنی عبادت ہے) اور صدقہ وغلام آزاد کرنے کے ذریعے (جوکہ مالی عبادت ہے) اور حج کے ذریعہ (جوکہ بدنی ومالی عبادات کا مجموعہ ہے) ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔ [1]

(۴)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أُمِّيْ افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تُوْصِ وَأَظُنُّهَا لَوْتَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَلَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ (مسلم، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه، حديث نمبر ۱۶۷۲ واللفظ لهٗ،وحديث نمبر ۳۰۸۳؛ بخارى، كتاب الجنائز، باب موت الفجأة البغتة، حديث نمبر ۱۲۹۹، وحديث نمبر ۲۵۵۴؛ موطأ مالک، كتاب الاقضية، باب صدقة الحى عن الميت، حديث نمبر ۱۲۵۵؛ أبوداؤد، حديث نمبر ۲۴۹۵؛ نسائى، حديث نمبر ۳۵۸۹؛ ابنِ ماجه، حديث نمبر ۲۷۰۸؛ مسند احمد، حديث نمبر ۲۳۱۱۷؛ مصنف ابنِ ابى شيبة، جزء۳ صفحه ۲۶۰؛ المعجم الاوسط للطبرانى، حديث نمبر ۷۱۴؛ ابنِ حبان، حديث نمبر ۳۴۲۲، مسند الحميدى، حديث نمبر ۲۵۸) [2]

ترجمہ: ''ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری والدہ اچانک انتقال کرگئیں ہیں اور انہوں نے کوئی وصیت بھی نہیں کی ہے اور میرا گمان ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ کچھ صدقہ کرجاتیں، تو کیا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ

---

[1] اى لوكان الميت مسلما ففعلتم به ذالک وصل اليه ثوابه ونفعه واما الكافر فلا (فيض القدير للمناوى درذيل حديث نمبر ۷۶۷۴)

بلغه ذالک اى وحيث لم يسلم لم يبلغه ثوابه لفقد الشرط وهو الاسلام لكن ثوابه الى من اعتق عنه وهو مسلم وهذه النكتة باعثة على انه لم يقل لافى الجواب واللهتعالىٰ اعلم بالصواب(مرقاة ،باب الوصايا)

فسأل رسول الله ﷺ، فأخبره أن موت أبيه على الكفر مانع من وصول نفع ذالک إليه، وأنه لو أقر بالتوحيد لأجزأ ذالک عنه ولحقه ثوابه (نيل الاوطار، باب وصول ثواب القرب المهداة إلى الموتى)

[2] قولهٗ (افتلتت) بالفاء وضم التاء أى: ماتت بغتة وفجأة، والفلتة والافتلات ماكان بغتة (شرح النووى على مسلم، حديث نمبر ۳۰۸۲)

اورامام بخاری رحمہ اللہ نے ذرا سے لفظوں کے فرق سے یہ روایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے(ملاحظہ ہو: الادب المفرد حدیث نمبر۳۹،باب برالوالدین بعد موتہما)

لماعلم من حرصها على الخير ومن رغبتها فى الوصية (تنوير الحوالک شرح موطأمالک، حديث نمبر ۱۴۵۱)

(خیرات) کروں تو کیا ان کو ثواب پہنچے گا۔آپ نے فرمایا، جی ہاں!'' (ترجمہ مکمل)

ان تمام احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ زندہ شخص صدقہ کے ذریعے سے فوت شُدہ مسلمان کو اجر و نفع پہنچا سکتا ہے، اور اسی کا نام ایصالِ ثواب ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے اس عمل کو آپ ﷺ کی ہدایت کی روشنی میں انجام دیا ہے، اور محدثین نے بھی میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے اُس کو ثواب پہنچنے کا باب قائم کر کے ان احادیث کو اپنی حدیث کی کتابوں میں درج فرمایا ہے، نیز فقہائے کرام نے بھی میت کی طرف سے صدقہ کر کے اُس کو ایصالِ ثواب ہونے پر ان احادیث سے استدلال فرمایا ہے۔ [1]

اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوال کرنے والے اُن صاحب نے ماں کی طرف سے صدقہ کرنے کی صورت میں اپنے لیے بھی اجر و ثواب کا سوال کیا تھا، چنانچہ اُس کے الفاظ یہ ہیں:

فَلِیَ أَجْرٌ اِنْ أَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ (مسلم، كتاب الوصية، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت، حديث نمبر ۳۰۸۲؛ ابنِ ماجه، حديث نمبر ۲۷۰۸)

ترجمہ: کیا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو میرے لیے بھی اجر و ثواب ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جی ہاں (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں حضور ﷺ نے مُردہ شخص کی طرف سے صدقے کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کرنے والے کے جواب میں اُس کو بھی اجر و ثواب حاصل ہونے کی تصدیق فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، اور اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث میں باہم کوئی تعارض نہیں، کیونکہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو جس طرح اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، اسی طرح جس کو ایصالِ ثواب کیا جائے، اُس کو بھی اجر و ثواب حاصل

---

[1] لہٰذا ایصالِ ثواب کے منکرین کا یہ دعویٰ کرنا درست نہیں کہ:

احادیثِ مبارکہ میں کہیں بھی صراحتاً ثواب کی منتقلی بیان نہیں کی گئی، جن طریقوں سے ہم مُردوں کے نام ایصالِ ثواب کرتے ہیں؛ ان طریقوں کا استعمال نہ تو صحابہ کرام میں پایا جاتا ہے، اور نہ تابعین و تبع تابعین اور بعد کے لوگوں میں الخ (ملاحظہ ہو: عقیدہ ایصالِ ثواب قرآن کی نظر میں ص۱۱۲، اشاعتِ ہفتم ، ربیع الاول ۱۴۱۷، اگست 1996ء، ناشر: الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، کراچی)

البتہ اگر ایصالِ ثواب کے طریقوں میں بدعات شامل کر لی جائیں تو پھر اس سے ایصالِ ثواب کی توقع رکھنا بے کار ہے، کیونکہ یہ ایصالِ ثواب کی شرائط کے خلاف ہے۔

ہوتا ہے [1]

یہ صحابی کون تھے، جنہوں نے حضور ﷺ سے اپنی والدہ کی وفات کے بعد اُن کے لیے صدقہ کا ایصالِ ثواب کا سوال کیا تھا؟

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ صحابی حضرت سعد بن عبادہ تھے، لیکن بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ واقعہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کا ہے، اور حضرت سعد بن عبادہ کا واقعہ اس کے علاوہ ہے، جو کہ آگے آرہا ہے۔ [2]

(۵)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اَنَّ سَعدَبنَ عُبَادَةَ رَضِیَ اللہُ عَنہُ اَخَابَنِیْ سَاعِدَةَ تُوُفِّیَتْ اُمُّہٗ وَھُمْ غَائِبٌ عَنْھَا فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ وَاَنَاغَائِبٌ عَنْھَا فَھَلْ یَنْفَعُھَا شَیْءٌ

---

[1] لہٰذا ایصالِ ثواب کے منکرین کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ:

جب آپ نے اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے نام کر دیا اور خود اس سے دستبردار ہو گئے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اس کا اجر آپ کو بھی ملے گا، اس لیے کہ قاعدہ اور دستور تو یہ ہے کہ جو چیز آپ نے دوسرے کو دیدی، وہ آپ کی ملکیت سے خارج ہوگئی، اب اس پر اپنی ملکیت کا دعویٰ ایک خود فریبی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا، اب یہ اجر آپ کو اسی صورت میں مل سکتا ہے کہ جسے آپ نے اپنا عمل دیا ہے، اس سے اپنے عمل کی واپسی کا مطالبہ کریں۔ الخ (عقیدہ ایصالِ ثواب قرآن کی نظر میں صفحہ ۴۷، تالیف: حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، اشاعت ہفتم ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، ناشر: الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، کراچی)

ایصالِ ثواب کی بنیاد عدل سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر مبنی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر مبنی انعامات کو دنیا کے قاعدے اور دستور پر قیاس کرنا ہی دراصل خود فریبی ہے۔

وھذا کلہ تفضل من اللہ عز وجل کما ان زیادۃ الاضعاف فضل منہ ، ،کتب لھم بالحسنۃ الواحدۃ عشرا الی سبعمائۃ الی الف الف حسنۃ، کما قیل لابی ھریرۃ :اسمعت رسول اللہ ﷺ یقول(ان اللہ لیجزی علی الحسنۃ الواحدۃ الف الف حسنۃ)فقال سمعتہ یقول(ان اللہ لیجزی علی الحسنۃ الواحدۃ الفی الف حسنۃ)فھذا تفضل،وطریق العدل (ان لیس للانسان الا ماسعی)(تفسیر القرطبی جز۱۷ ص ۱۱۵)

[2] نقل ابن عبدالبر أنہ سعد بن عبادۃ واسم أمہ عمرۃ بنت سعد بن عمرو وقیل عمرۃ بنت مسعود بن قیس بن عمرو وھی من بنی ماتت (مقدمۃ فتح الباری لابن حجر، جزء ۱ صفحہ ۲۶۷)

عن عائشۃ قالت إن رجلا قیل ھو سعد بن عبادۃ قال للنبی إن أمی قال میرک ھی عمرۃ بنت مسعود بن قیس بن عمرو بن زید وکانت من المبایعات توفیت سنۃ خمس من الھجرۃ (مرقاۃ، باب النفقۃ)

فھذا صریح فی أن ھذا الرجل فی حدیث عائشۃ غیر سعد بن عبادۃ وأنہ سأل عن الصدقۃ عن أمہ وأن سعدا سأل عن الصدقۃ فی روایۃ ابن عباس وفی روایۃ أخری عنہ أنہ سأل عن النذر وعدم المنافاۃ یتأتی فی روایۃ سعد فقط وأما المنافاۃ بین حدیث عائشۃ ھنا وبین حدیث ابن عباس فظاھرہ بروایۃ النسائی واللہ أعلم (عمدۃ القاری، باب مایستحب لمن یتوفی فجأۃ أن یتصدقوا عنہ وقضاء النذور عن المیت)

Idara Ghufran

اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاِنِّیْ اُشْهِدُکَ اَنَّ حَائِطِیَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَیْهَا (صحیح بخاری باب الاشهاد فی الوقف والصدقة والوصیة ج ۱ ص ۳۸۷)

ترجمہ: ''سعد بن عبادہ کی غیر موجودگی میں ان کی والدہ کی وفات ہوگئی، تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اور میں اس موقع پر موجود نہیں تھا، تو کیا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو یہ ان کے لئے فائدے کا باعث ہوگا (یعنی کیا اُن کو اس کا ایصالِ ثواب ہوگا) آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں! تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا ''مخراف (نامی) باغ میری ماں پر صدقہ ہے''

فائدہ: حضرت سعد کی والدہ کا نام عمرہ تھا۔ ۵ھ میں ان کی وفات ایسے وقت ہوئی جبکہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں مدینہ سے باہر تھے اور ان کے بیٹے حضرت سعد بن عبادہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ ہی میں تھے (کذافی فتح الباری، عمدۃ القاری) [۱]

(۶)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی ایک دوسری روایت اس طرح ہے:

اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اِسْتَفْتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ وَعَلَیْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهٖ عَنْهَا'' (صحیح بخاری باب مایستحب لمن توفی فجاءة ان یتصدقوا عنه وقضاء النذور، حدیث نمبر ۲۵۵۵؛ موطأ امام مالک، باب مایجب من النذور فی المشی، حدیث نمبر ۸۹۵؛ ابوداؤد، باب فی قضاء النذر عن المیت، حدیث نمبر

[۱] ایک روایت میں حضور ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ بھی فرمایا کہ آپ کی والدہ کو صدقہ سے نفع ہوگا، اگرچہ ایک بکری کا جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ صدقہ کیا جائے۔

جس سے معلوم ہوا کہ میت کو صدقہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی چیز کا صدقہ کرنا ضروری نہیں، اور اخلاص کے ساتھ جس چھوٹی سی چھوٹی چیز کا صدقہ کیا جائے، اس سے میت کو نفع ہوتا ہے۔

اگرچہ اس روایت کو بعض محدثین نے محمد بن کریب راوی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بہرحال مضمون ومتن کے لحاظ سے اس مفہوم کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

وہ روایت یہ ہے:

عن ابن عباس عن سعد بن عبادة قال جئت الی رسول اللہ ﷺ فقلت: توفیت امی ولم توص ولم تصدق فهل تقبل ان تصدقت عنها؟ قال نعم فهل ینفعها ذالک، قال: نعم، ولو بکراع شاة محترق (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۵۲۴۲، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۷۷۰۳)

۲۸۷۶؛ نسائی، باب ذکر الاختلاف علی سفیان، حدیث نمبر ۳۶۰۳)

ترجمہ: ''سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ وفات پا گئی ہیں، اوران کے ذمہ ایک منّت تھی (جس کو وہ ادانہیں کرسکیں تو کیا میں ان کی طرف سے اس کوادا کرسکتا ہوں) حضور ﷺ نے فرمایا تم ان کی طرف سے اس منّت کوادا کردو'' (ترجمہ ختم)

اورایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا:

اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ وَعَلَیْهَا نَذْرٌ أَفَیُجْزِئُ عَنْهَا أَنْ أُعْتِقَ عَنْهَا ؟

قَالَ أَعْتِقْ عَنْ أُمِّکَ (نسائی، حدیث نمبر ۳۵۹۲؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۷۲۶؛ معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۵۲۳۰)

ترجمہ: ''میری والدہ وفات پا گئی ہیں، اوران کے ذمہ ایک منّت تھی (جس کو وہ ادانہیں کرسکیں) تو کیا میں ان کی طرف سے غلام آزاد کرسکتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا جی ہاں! تم اپنی والدہ کی طرف سے غلام آزاد کردو'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد کی والدہ کی یہ منت غلام آزاد کرنے کی تھی اور حضور ﷺ نے حضرت سعد کوان کی والدہ کی طرف سے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ [۱]

ممکن ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ تو صدقہ کے متعلق سوال کیا ہو جس کا ذکر پہلی روایت

---

[۱] (وأما) الوصیة بالإعتاق فحکمها وجوب الاعتاق بعدموت الموصی، ولایعتق من غیر إعتاق من الوارث أو الوصی أو القاضی، والأصل فیه أن کل عتق تأخر عن موت الموصی ولو بساعة، لا یثبت، ولا یعتق من غیر إعتاق (البدائع الصنائع، کتاب الوصایا، فصل فی حکم الوصیة)

القربة تقع عن المیت کالتصدق لما روینا بخلاف الإعتاق؛ لأن فیه إلزام الولاء للمیت (تبیین الحقائق، کتاب الإضحیة)

ولایرد مامر عن الهدایة من أن للإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره وهو شامل للعتق لان المراد هنا إعتاقه علی وجه النیابة عن المیت بدلا عن صیامه بخلاف ما لو أعتق عبده وجعل ثوابه للمیت، فإن الاعتاق یقع عن نفسه أصالة ویکون الولاء له، وإنما جعل الثواب للمیت، وبخلاف التبرع عنه بالکسوة والاطعام فإنه یصح بطریق النیابة لعدم الالزام (ردالمحتار، جزء۲ صفحه ۴۲۹)

وتقرب الوارث بالتصدق عن المیت صحیح بلا إیصاء (فتح القدیر، کتاب الحج، باب الهدی)

ولو أعتقه الوارث عن کفارة علیه وقع عن المیت لاعن الکفارة والولاء للمیت لاللوارث (درر الحکام، شرح غرر الاحکام، کتاب العتاق، باب العتق علی جعل)

میں ہے اور دوسری دفعہ منّت کے بارے میں دریافت کیا ہو جس کا ذکر اس روایت میں ہے۔ [۱]

ایصالِ ثواب کے لئے بغیر وصیت کے بھی اپنی ملکیت سے غلام آزاد کرنا درست ہے۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَقَدْ ثَبَتَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اِعْتَقَتْ عَبْداً عَنْ اَخِيْهَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَكَانَ مَاتَ وَلَمْ يُوْصِ (عمدة القاری ج۱۴ ص۵۵)

ترجمہ: ''امام حدیث ابنِ منذر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی وفات کے بعد ان کی طرف سے ان کی وصیت کے بغیر ایک غلام آزاد کیا'' (ترجمہ ختم)

(۷)......حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ:

اِنَّ اُمَّ سِعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ اَلْمَاءُ، قَالَ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۱۴۳۱، باب فی فضل سقی الماء واللفظ لہ، سنن نسائی حدیث نمبر ۳۶۰۴ وحدیث نمبر ۳۶۰۶، مسندِ احمد حدیث نمبر ۲۱۴۲۲)

ترجمہ: امِ سعد (یعنی میری) والدہ فوت ہوگئی ہیں، تو (ان کی طرف سے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانی کا صدقہ۔

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوادیا اور فرمایا کہ یہ امِ سعد کے لئے ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ تھا کہ اس کا ثواب میری والدہ کے لئے ہے، اور کنویں کا انتظام صدقۂ جاریہ ہے۔ [۲]

---

[۱] ولاتنافی بین قوله: ان امتی ماتت وعلیها نذر، وبین قوله ان امی توفیت وانا غائب عنها فهل ینفعها شیئ ان تصدقت به عنها، لاحتمال ان یکون سأل عن النذر وعن الصدقة عنها (فتح الباری، باب مایستحب لمن توفی فجاءة ان یتصدقوا عنه وقضاء النذور، کتاب الوصایا)

[۲] کنویں پر سقی الماء اور سقایة کا اطلاق درست ہے (جیسا کہ اگلی روایات میں ذکر آرہا ہے) اس لئے اس پر جو بعض منکرینِ ایصالِ ثواب نے اعتراض کیا ہے وہ درست نہیں۔

قد ذکرنا ان السقایة مایبنی للماء وهو الموضع الذی یسقی فیه الماء (عمدة القاری، باب سقایة الحاج)

السقی: معروف، والاسم السقیا، والمسقی: وقت السقی، والاستقاء: الاخذ من البئر، والاسقاء: ان تجعل له نهرا او ماء سقیا قال الله عز اسمه: واسقیناکم ماء فراتا، ووسقی واسقی: بمعنی، واسقیته: دعوت له بالسقیا (المحیط فی اللغة، ماده وسق)

والمسقاة، والسقایة: موضع السقی، والسقایة: الاناء یسقی به (المحکم والمحیط الاعظم ماده یسق)

والسقایة: مایبنی للماء وفی قوله تعالیٰ (اجعلتم سقایة الحاج) مصدر وفی قوله تعالیٰ (جعل السقایة فی رحل اخیه) مشربة الملک (المغرب، ماده سقی باب السین مع القاف)

(۸)......حضرت سعید بن مسیَّب رحمہ اللہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

إِنَّ أُمِّی مَاتَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَأَیُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ سَقْیُ الْمَاءِ (نسائی، باب ذکر الاختلاف علی سفیان، حدیث نمبر ۳۶۰۴ واللفظ لہٗ،وحدیث نمبر۳۶۰۵وحدیث نمبر۳۶۰۶،عن قتادة عن الحسن عن سعد بن عبادة ، السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر۶۴۹۲عن قتادة عن سعید بن المسیب الخ ،سنن ابنِ ماجه حدیث نمبر۳۶۷۴، ؛ صحیح ابنِ خزیمة، حدیث نمبر ۲۲۹۹؛المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۵۲۴۱، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر۳۴۱۷،الترغیب والترھیب لابنِ شاھین حدیث نمبر۳۷۸،المسند للشاشی حدیث نمبر۱۴۴ ، ،قال الالبانی فی صحیح وضعیف سنن نسائی، حسن)

ترجمہ: میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے تو کیا ان کی طرف سے صدقہ کردوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، میں نے کہا کہ کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا انتظام (ترجمہ ختم) [۱]

---

[۱] بعض ایصالِ ثوب کے منکرین نے اس حدیث میں مذکور عنھا کے الفاظ پکڑ کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

سعد اپنی جانب سے کوئی عمل نہیں کرنا چاہتے تھے، بلکہ بطور نیابت مَرنے والے کی جانب سے کوئی کام انجام دینا چاہتے تھے، جس کی آپ نے اجازت دی، ورنہ سوال یہ ہونا چاہیے تھا:

أفأتصدق لھا   کیا میں اس کے لیے صدقہ کروں؟

حالانکہ یہ سوال قطعاً نہیں کیا گیا، اور ہم سطورِ بالا میں یہ تحریر کرچکے ہیں کہ حرفِ عن کے ذریعہ نیابت ثابت ہوتی ہے، نہ کہ ایصال۔ اس کے لیے لھا کا استعمال ہونا چاہیے تھا، اور صحابہ اہلِ زبان تھے، وہ لفظ کا غلط استعمال نہ کرسکتے تھے (عقیدہ ایصالِ ثواب قرآن کی نظر میں صفحہ۱۵۹، درذیل حدیث سعد بن عبادہ، تالیف: حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، اشاعت ہفتم ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، ناشر: الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، کراچی)

مگر محدثین نے ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی ان سے ایصالِ ثواب کو ثابت کیا ہے، چنانچہ مسلم شریف کے مشہور شارح امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفی ھذا الحدیث جواز الصدقة عن المیت واستحبابھا، وأن ثوابھا یصله وینفعه، وینفع المتصدق أیضا، وھذا کله أجمع علیه المسلمون، وسبقت المسألة فی أول ھذا الشرح، فی شرح مقدمة صحیح مسلم (شرح النووی علی مسلم، حدیث نمبر ۳۰۸۲)

قال السرخسی فی المبسوط انما یحمل ھذا علی ان عبدالرحمان کان اوصی بعتقھم وجعل الیھا ذالک اہ، قلت ھذا علی ظاھر الفاظ الروایة انھا اعتقت عنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت قتادہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں،:

أَنَّ أُمَّهُ مَاتَتْ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ، فَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ سَقْيُ الْمَاءِ، قَالَ فَتِلْكَ سِقَايَةُ آلِ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۱۴۲۲ واللفظ لهٗ وحديث نمبر ۲۲۷۲۵؛ نسائی، باب ذکر الاختلاف علی سفيان، حديث نمبر ۳۶۰۶؛ قال الالبانی فی صحيح وضعيف سنن نسائی، حسن،السنن الکبریٰ للبيهقی باب ما ورد فی سقی الماء ، السنن الکبریٰ للنسائی حديث نمبر ۶۴۹۳،المستدرک علی الصحيحين حديث نمبر ۱۴۵۸ ،شعب الايمان للبيهقی حديث نمبر ۳۲۲۸)

ترجمہ: حضرت سعد کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو اُنہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے،تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں،حضرت سعد نے عرض کیا کہ کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا انتظام۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ''سقایۃ آلِ سعد'' کے نام سے پانی پینے کی جو جگہ ہے یہ دراصل وہی ہے (ترجمہ ختم) [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

ويحتمل ان يكون معنى قوله عنه اى ايصالا للثواب اليه فلا اشكال قال محمد فی المؤطاه بعد الاثر المذکور ولهذا نأخذ لابأس ان يعتق عن الميت فان کان اوصی بذالک کان الولاء له وان لم يوص کان الولاء لمن اعتق ويلحقه الاجر ان شاء الله(اوجزالمسالک ج رابع ، ص۴۹۶،باب عتق الحی عن الميت)

وإن قيل: إن لفظة (عن) تدل على النيابة قلت: إن (عن) أيضاً قد تكون للإثابة كما فی البخاری فی صدقة الفطر (العرف الشذی للکشميری، جزء۲ صفحه ۲۰۲)

اورحضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے واقعہ میں یہ الفاظ ہیں:

أرأيت إن تصدقت لها او اعتقت لها، الها اجر؟ قال نعم. قال فأعتق عنها عشر رقاب (مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۱۶۳۴۲)

[۱] بعض ایصالِ ثواب کے منکرین نے حضرت حسن کی اس روایت کے مرسل ہونے کی وجہ سے اس کو قابلِ قبول نہیں سمجھا،اور اس پر غیر مہذب گفتگو کی ہے،اور محدثین کی طرف منسوب کر کے یہ فیصلہ صادر کیا ہے، کہ مراسیلِ حسن مطلقا قابلِ قبول نہیں ہیں (ملاحظہ ہو ''عقیدہ ایصالِ ثواب قرآن کی نظر میں'' ص۱۵۹،تالیف: حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سعد کے واقعہ کی تمام روایات مرسل نہیں ہیں، نیز بعض محدثین نے حضرت قتادۃ کی یہ روایت حضرت سعید بن مسیّب کے اور بعض نے حضرت حسن کے واسطے سے اور بعض نے دونوں کے واسطے سے روایت کی ہے: ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہوسکتا ہے کہ حضرت سعد نے اپنے باغ مخراف (جس کا ذکر پیچھے بخاری شریف کی روایت میں گزر چکا ہے) کے علاوہ اپنی والدہ کی طرف سے کنواں بھی وقف کیا ہو، جس طرح آج بھی لوگ اپنے والدین کی طرف سے مختلف قسم کے صدقات وخیرات کے ذریعے ایصال ثواب کرتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت سعد کے واقعے کی روایتیں الگ الگ مستقل حدیثیں ہیں جیسا کہ ان کے مضمون سے ظاہر ہے۔ومن ادعیٰ خلافه فعليه البيان۔

پانی کا انتظام افضل صدقہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا نفع دینی اور دنیوی کاموں میں بہت عام ہے، کہ یہ ہر شخص کے لئے نہانے، دھونے، کھانے پینے اور وضوء غسل وغیرہ کے کام آتا ہے، خاص طور پر جن علاقوں

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

چنانچہ امام بیہقی سننِ کبریٰ اور شعب الایمان میں اس طرح روایت کرتے ہیں:

قتادة عن سعيد بن المسيب والحسن عن سعد بن عبادة الخ (السنن الكبرىٰ للبيهقى جزء۴ص۱۸۵)

قتادة عن الحسن وسعيد بن المسيب الخ (شعب الايمان حديث نمبر ۳۲۲۸)

اور حضرت سعید بن مسیّب کی مرسلات قابلِ قبول ہیں، اور حضرت حسن کی تمام مرسلات بھی ناقابلِ قبول نہیں ہیں، خصوصاً جبکہ ان سے ثقہ راوی روایت کریں، تو وہ روایت قابلِ قبول قرار دی گئی ہے، اور حضرت قتادہ ثقہ راوی ہیں۔

اور اس کے علاوہ اس روایت کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔

لہٰذا یہ روایت درست اور قابلِ اعتبار ہے۔

رواه احمد بن حنبل فى مسنده هكذا وهو مرسل فان الحسن لم يدرك سعدا ورواه ابوداوٗ عن رجل لم يسم عن سعد بمعناه، قال فاى الصدقة افضل قال الماء ورواه النسائى عن سعيد بن المسيب عن سعد ولم يدركه ايضا فهو مرسل لكنه قد اسند قريب من معناه كما سبق ولانه من احاديث الفضائل ويعمل فيها بالضعف فبهذا اولىٰ(المجموع ج٦ص۲۴۳)

وقال الشافعى واحمدبن حنبل وغير واحد مراسيل ابن المسيب صحاح (طرح التثريب، باب ترجمة سعيد بن المسيب)

امام قرطبی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

قال أبوعمر: وهذا الحديث وإن كان مرسلان فهو حديث مشهور أرسله الائمة، وحدث به الثقات، واستعماله فقهاء الحجاز وتلقوه بالقبول، وجرى فى المدينة العمل به، وحسبك باستعمال أهل المدينة وسائر أهل الحجاز لهذا الحديث (تفسير القرطبى، جزء۱۱ صفحه۳۱۵)

واما مرسلات الحسن فقال ابن المدينى :مرسلات الحسن التى رواهاعنه الثقات صحاح، ما اقل مايسقط منها، وقال ابوزرعة: كل شيئ قال الحسن:قال رسول الله ﷺ، وجدت له اصلا ثابتا ماخلا اربعة احاديث، وقال يحيىٰ بن سعيد القطان: ماقال الحسن فى حديثه قال رسول الله ﷺ الا وجدنا له اصلا الا حديثا او حديثين اه (قواعد فى علوم الحديث ص۱۵۳)

وقال ابن سعد: كان قتادة ثقة مامونا، حجة فى الحديث، وقال قتادة: جالست الحسن ثنتى عشرة سنة،وما قلت برأيى منذر اربعين سنة (تهذيب الاسماء للنووى ، جزء ۲۲ص۶۴)

Idara Ghufran

میں گرمی کی شدت زیادہ ہو، اور پانی کا انتظام کم ہو۔ ۱؎
ورنہ اگر کسی جگہ غریبوں کو لباس یا کھانے وغیرہ کی ضرورت ہو تو پھر اسی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے صدقہ کرنے کی زیادہ فضیلت ہوگی۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں لباس اور کھانے وغیرہ کے ذریعہ سے ضرورت مند کا تعاون کرنے پر عظیم فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ ۲؎
جب کسی کو مالی صدقہ کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کی قدرت نہ ہو، تو وہ دوسرے کارِ خیر کے ذریعے صدقہ کرسکتا ہے، مثلاً دعا واستغفار، تلاوت واذکار وغیرہ کے ذریعے۔
اور بعض احادیث میں غیر مالی نیک کاموں کو بھی صدقہ فرمایا گیا ہے۔
چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ (بخاری، حدیث نمبر ۵۵۶۲؛ الادب المفرد للبخاری، باب أن کل معروف صدقة، حدیث نمبر ۲۲۴؛ ابوداؤد، عن حذیفة، حدیث نمبر ۴۲۹۶)
ترجمہ: ہر نیک کام صدقہ ہے (ترجمہ ختم)

۱؎ انما كان الماء افضل لانه اعم نفعا فی الامور الدينية والدنيوية خصوصا فی تلک البلاد الحارة ولذالک من اللہ تعالیٰ بقول وانزلنا من السمآء ماء طهورا الفرقان كذا ذكره الطيبی وفی الازهار الافضلية من الامور النسبية وكان هناک افضل لشدة الحر والحاجة وقلة الماء (مرقاة، باب فضل الصدقة، ج۶ ص۲۰۶)

۲؎ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:
عن ابی سعيد الخدری عن النبی ﷺ قال ايما مسلم كسا مسلما ثوبا علی عری كساه الله من خضر الجنة وايما مسلم اطعم مسلما علی جوع اطعمه اللہ من ثمار الجنة وايما مسلم سقی مسلما علی ظمإ سقاه اللہ من الرحيق المختوم (ابوداؤد حدیث نمبر ۱۴۳۲)

ايما مسلم ما زائدة وای مرفوع علی الابتداء كسا ای البس مسلما ثوبا علی عری بضم فسكون ای علی حالة عری او لاجل عری او لدفع عری وهو يشمل عری العورة وسائر الاعضاء كساه الله من خضر الجنة ای من ثيابها الخضر جمع اخضر من باب اقامة الصفة مقام الموصوف وفيه ايماء الی قول تعالیٰ يلبسون ثيابا خضرا الكهف وفی رواية الترمذی من حلل الجنة ذكره المنذری ولا منافاة وايما مسلم اطعم مسلما علی جوع فاطعمه الله من ثمار الجنة فيه اشارة الی ان ثمارها افضل اطعمتها وايما مسلم سقی مسلما علی ظمآ بفتحتين مقصورا وقد يمد ای عطش سقاه الله من الرحيق المختوم ای من خمر الجنة او شرابها والرحيق صفوة الخمر والشراب الخالص لاغش فيه والمختوم هو المصون الذی لم يتبذل لاجل ختامه ولم يصل اليه غير اصحابه وهو عبارة عن نفاسته وقيل الذی يختم بالمسک مكان الطين والشمع ونحوه وقال الطيبی هو الذی يختم اوانيه لنفاسته وكرامته وقيل المراد منه ان آخر ما يجدون منه فی الطعم رائحة المسک من قولهم ختمت الكتاب ای انتهيت الیٰ آخره اه وفيه ايماء الی قوله تعالیٰ يسقون من رحيق مختوم ختامه مسک المطففين .والمعنی الاخير هو الذی عند ارباب الذوق فان ختم الاوانی بمعنی منعها لايلائم مقام الجنة التی لامقطوعة ولاممنوعة وفيها انهار من ماء غير آسن وانهار من خمر لذة للشاربين وفيها ماتشتهيه الانفس وتلذ الاعين (مرقاة ،باب فضل الصدقة، ج۶ ص۲۰۶)

اور ایک روایت میں ہے:

كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ إِنَاءِ أَخِيْكَ (ترمذی، حدیث نمبر ۱۸۹۳، وقال الترمذی هٰذا حدیث حسن صحیح؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۱۴۱۸۲ وحدیث نمبر ۱۴۳۴۸؛ مسند عبدبن حمید، حدیث نمبر ۱۰۹۲)

ترجمہ: ہر نیک کام صدقہ ہے اور نیک کاموں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ اپنے بھائی کے ساتھ کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ ملیں، اور یہ بھی ہے کہ آپ اپنے ڈول میں سے اپنے مسلمان بھائی کے برتن میں (پانی) ڈال دیں (ترجمہ ختم) [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے:

أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَارَسُوْلَ اللهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْأُجُوْرِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ أَمْوَالِهِمْ قَالَ أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً وَأَمْرٍ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٍ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ الخ (مسلم، حدیث نمبر ۱۶۷۴؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۰۵۰۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مال دار لوگ بلند درجہ لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں، جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں، اور وہ روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں، اور اپنے زائد مالوں کا صدقہ کرتے ہیں (اور ہمارے پاس صدقہ کے لئے مال ہی نہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ

---

[1] قال ابن بطال دل هذا الحديث على أن كل شئ يفعله المرء أو يقوله من الخير يكتب له به صدقة، وقد فسر ذالک فی حديث أبی موسى المذكور فی الباب بعد حديث جابر وزاد عليه "إن الإمساک عن الشر صدقة" وقال الراغب: المعروف اسم كل فعل يعرف حسنه بالشرع والعقل معا، ويطلق على الاقتصاد لثبوت النهی عن السرف وقال ابن أبی جمرة: يطلق اسم المعروف على ماعرف بأدلة الشرع أنه من أعمال البر سواء جرت به العادة أم لا، قال: والمراد بالصدقة الثواب، فإن قارنته النية أجر صاحبه جزماً، وإلا ففيه احتمال. قال: وفی هذا الكلام إشارة إلى أن الصدقة لاتنحصر فی الأمر المحسوس منه فلاتختص بأهل اليسار مثلاً، بل كل واحد قادر على أن يفعلها فی أكثر الأحوال بغير مشقة. وقوله: "على كل مسلم صدقة" أی فی مكارم الأخلاق، وليس ذالک بفرض إجماعاً. قال ابن بطال: وأصل الصدقة مايخرجه المرء من ماله متطوعاً به، وقد يطلق على الواجب لتحری صاحبه الصدق بفعله ويقال لكل مايحابی به المرء من حقه صدقة لأنه تصدق بذالک على نفسه (فتح الباری لابنِ حجر، باب كل معروف صدقة)

نے تمہیں وہ چیز نہیں دی جس کا تم صدقہ کرو؟

بلاشبہ ہر تسبیح صدقہ ہے، اور ہر تکبیر صدقہ ہے، اور ہر تحمید صدقہ ہے، اور ہر تہلیل صدقہ ہے، اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے الخ (ترجمہ ختم)

اس قسم کی اور بھی کئی احادیث مروی ہیں۔ [1]

خلاصہ یہ کہ مالی عبادات یعنی صدقات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، اور اگر مالی صدقات کی قدرت نہ ہو تو دعا و استغفار اور دوسری بدنی عبادات کے ذریعہ بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، اور اس بارے میں کئی صحیح احادیث موجود ہیں، البتہ ہر عمل کے قبول ہونے کے لئے اخلاص شرط ہے، اس لئے مالی عبادات و صدقات کے ذریعہ ایصالِ ثواب کرنے کے لئے بھی اخلاص ضروری ہوگا۔

اور اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو عمل بھی کیا جائے وہ شریعت کے دائرے میں رہ کر کیا جائے، اپنی طرف سے کوئی خاص صورت مخصوص کر کے اس کو زیادہ فضیلت کا باعث یا ضروری سمجھنا درست نہیں۔

اور صدقہ میں بھی صدقۂ جاریہ والی صورتیں زیادہ فضیلت کا باعث ہیں، اور صدقۂ جاریہ کی بحث ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔

---

[1] اَصلُ ھٰذَاالْبَابِ الصَّدَقَةُ الَّتِیْ لَااِخْتِلَافَ فِیْهَا فَکَمَا یَصِلُ لِلْمَیِّتِ ثَوَابُهَافَکَذَالِکَ تَصِلُ قِرَاءَ ةُ الْقُرْآنِ وَالدُّعَآءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ اِذْ کُلُّ ذَالِکَ صَدَقَةٌ فَاِنَّ الصَّدَقَةَ لَاتَخْتَصُّ بِالْمَالِ (التذکرة فی احوال الموتیٰ وامور الآخرة ص ۷۴ باب ماجاء فی قراء ة القرآن عند القبر حالة الدفن وبعده)

وکذا سائر الأذکار وباقی العبادات صدقات علی نفس الذاکر وخیرات ومبرات علیه (مرقاة، باب صلاة الضحیٰ)

جمعۃُ المبارک کے فضائل واحکام

جمعۃُ المبارک کی رات اور دن اور جمعۃُ المبارک کی نماز کے فضائل واحکام

جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا، اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا اہم کام انجام دیئے گئے؟ اور اس دن آئندہ کیا کیا اہم کام انجام دیئے جائیں گے؟ جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز کے متعلق قرآن وسنت اور فقہ میں بیان شدہ مفصل فضائل خواتین اور مرد حضرات کے لیے جمعہ کے دن ورات کے مسنون ومستحب اعمال، اور منکرات کا تحقیقی جائزہ۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

مفتی محمد رضوان

راولپنڈی شہر سے

(۱)......گذشتہ دنوں راولپنڈی شہر کے مختلف حصوں میں پانی کے زمین دوز پلاسٹک پائپوں کی تنصیب کا کام جاری تھا جو کہ تاحال اکثر حصوں میں مکمل ہو چکا ہے، لیکن راستوں اور گزرگاہوں میں ڈالے گئے شگافوں کی اصلاح مکمل نہیں ہوسکی۔

بعض ذرائع سے اس عمل کی تکمیل نہ ہونے اوراس کے تعویق وتاخیر کا شکار ہونے کی یہ وجہ معلوم ہوئی کہ ملک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے (جس میں سیمنٹ اور تعمیراتی مٹیریل بھی شامل ہے) ٹھیکیداروں کو پہلے سے طے شدہ رقم میں اس کام کوانجام دینا مشکل ہورہا ہے۔

ٹھیکیداروں کی یہ شکایت ایک حد تک درست ہےلیکن اس طرح کی چیزوں کے بارے میں معاملات و معاہدات طے ہوتے وقت ہی ہر چیز کی صفائی شرعاً ضروری ہے، کیونکہ ہمارے ملک میں سرکاری ٹھیکوں کے معاملات میں اس طرح کی کوتاہیاں عموماً سامنے آتی رہتی ہیں۔

یہ بات تو شاید کسی سے مخفی نہ ہو کہ حکومت کی طرف سے ٹھیکیداری کے معاملات طے کرنے والے جواہل کار اور کارندے مقرر ہوتے ہیں وہ کسی پارٹی سے ٹھیکہ کرتے وقت ہی اپنی ذات کے لئے کمیشن کے عنوان سے اتنی رشوت طے کر لیتے ہیں کہ اس کی مقدار کوالگ کرنے کے بعد امانت ودیانت کے ساتھ اس کام کی انجام دہی ٹھیکیداروں اور کام کرنے والوں کے لئے مشکل ہوجاتی ہے، اس لئے وہ ناقص مٹیریل وغیرہ استعمال کر کے اپنی تلافی کرتے ہیں، جبکہ سرکاری اہل کاروں کا اس طرح کمیشن لینا سراسر ظلم اور رشوت کے زمرے میں داخل ہےاور پوری قوم کے اجتماعی حق میں خیانت اور غبن ہے، جس کی شرعاً، اخلاقاً اور قانوناً کسی طرح بھی اجازت نہیں۔

مگر افسوس کہ ہمارے ملک میں اس حرام خوری کے بغیر سرکاری سطح پر کسی کام کی انجام دہی ازبس مشکل ہوچکی ہے۔اس سب کے باوجود اگر اوپر سے کسی مرحلہ پر نہ ٹھہرنے والی کمرتوڑ مہنگائی کا سلسلہ بھی شروع ہوجائے تو معاملہ اور زیادہ سنگین ہوجاتا ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو معاملات طے کرنے والے سرکاری اہلِ حل وعقد اور ٹھیکیداروں کا فرض ہے کہ اپنے

تمام تر ذاتی مفادات کو پسِ پشت ڈال کر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنے ذاتی مسائل کی خاطر ملک وملت اور عوام الناس کو آزمائش وامتحان میں نہ ڈالیں۔اور گزرگاہوں کی مرمت واصلاح کے کام کو ہنگامی بنیادوں پر امانت ودیانت کے ساتھ جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔

(۲)...... گذشتہ چند دنوں سے وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی طرف سے سرکاری اداروں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے صوبہ کے بعض سرکاری اداروں کی نگرانی اوراچانک چھاپہ مارنے کا سلسلہ جاری ہے،اس سلسلہ میں بروز بدھ ۱۹ رجب ۱۴۲۹ھ ۲۳ جولائی ۲۰۰۸ء کو اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ:

> ’’وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی خصوصی ہدایت پر عملداری وسفارشات کمیٹی نے راولپنڈی کے جنرل ہسپتال میں اچانک چھاپہ مارا، جس کے نتیجہ میں ناقص کارکردگی سامنے آئی‘‘، حکومت پنجاب کی جانب سے سی ٹی سکین مفت کرنے کی ہدایت کے باوجود 2350 روپے فیس لئے جانے، اے، ایم، ایس وارڈز کے متعلقہ ڈاکٹرز، نرسیں اور وارڈ بوائے کی غیر حاضری، بعض وارڈوں کی چھتوں کے بارش کے پانی سے ٹپکنے، اور باتھ رومز کی ابتر صورتحال، گندی بیڈ شیٹیں، خراب لفٹ، ٹیسٹ کی سہولت ہونے کے باوجود کمیشن حاصل کرنے کے لئے بیرونی لیبارٹری سے ٹیسٹ کرانے، ایئر کنڈیشن خراب ہونے، اور اے، ایم، ایس کے کمرے میں اس کے بیٹے کے مطالعہ کرتے ہوئے پائے جانے کی ابتدائی رپورٹ وزیراعلیٰ پنجاب کو بھجوادی گئی۔

اخبار میں کسی ایسی خبر کا شائع ہوجانا تو اگرچہ ہمارے لئے حیرت کا باعث ہوسکتا ہے اور حکومت کی طرف سے اس قسم کے چھاپے ایک اچھا اقدام ہے لیکن ہسپتالوں میں ایسی ابتر صورتِ حال کوئی تعجب خیز بات نہیں۔

افسوس ہے کہ طب وعلاج کا شعبہ جو کسی دور میں خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار تھا، آج یہ شعبہ خدمت خلق کے بجائے خدمتِ حلق کا شعبہ بن گیا ہے،

سرکاری ہسپتالوں سے بھاری بھرکم تنخواہ حاصل کرنے والا عملہ ایک طرف تو اپنی ذمہ داریوں سے غفلت اختیار کرتا ہے اور دوسری طرف ہسپتالوں کو دوکانوں کا درجہ دے کر جائز وناجائز طریقہ پر مختلف انداز سے جیب بھرنے میں مصروف نظر آتا ہے،

Idara Ghufran

اورعوام کی سہولیات کے لئے مہیا فنڈز، مشینری، اور دوائیوں کو اپنی ذاتی اغراض میں استعمال کر کے دنیا و آخرت کے اعتبار سے ظالم اور مجرم بنتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کام چوری اور حرام خوری کے مرض سے پوری قوم کو نجات عطا فرمائیں۔ آمین۔

(۳)...... ۱۹ رجب ۱۴۲۹ھ ۲۳ جولائی ۲۰۰۸ء بروز بدھ کو راولپنڈی شہر میں واقع تھانہ وارث خان کا ریجنل پولیس افسر راولپنڈی ناصر خان درانی نے اچانک دورہ کر کے تھانہ کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے مقدمات کی ناقص تفتیش، فرائض سے غفلت سمیت دوسرے الزامات پر تین سب انسپکٹروں اور آٹھ اسسٹنٹ سب انسپکٹروں کو معطل کر کے ڈی ایس پی سلطان محمود چدھڑ کو تفتیشی افسر مقرر کرتے ہوئے ایک ہفتہ میں اپنی رپورٹ دینے کا حکم دیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ طریقۂ کار بہت اچھا قدم ہے، جس سے پولیس کے محکمہ میں بہتر ائی آنے کی توقع ہے، بشرطیکہ تسلسل کے ساتھ اس طرح کے اقدامات جاری رکھے جائیں اور صرف وقتی اور جذباتی حد تک معاملہ محدود نہ رکھا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ پولیس کا محکمہ جس پر معاشرہ کے فسادات کو کنٹرول کرنے اور مجرموں، مفسدوں کی ناطقہ بندی کرنے کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے، مگر یہ شعبہ اب تک ملک میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکا، بلکہ تجزیہ نگاروں کے بقول یہ محکمہ معاشرے میں بعض کئی جرائم کے تحفظ و پشت پناہی کا باعث بنتا رہا ہے۔ اوران حالات میں اس کی کارکردگی کے پیشِ نظر اس محکمہ کے وجود سے عدم وجود بہتر محسوس ہوتا ہے تاکہ جرائم کی پشت پناہی وحوصلہ افزائی نہ ہو، اور اس محکمہ کے ذریعہ ملکی خزانہ کی خرچ ہونے والی بڑی مقدار محفوظ رہے۔ واللہ اعلم۔

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ رجب: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......**ماہِ رجب ۳۰۱ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مندۃ الاصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ مندۃ کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص۱۸۹، طبقات الحفاظ ج۱ص۶۲)

□......**ماہِ رجب ۳۰۲ھ**: میں حضرت ابوعلی الجرجانی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، محمد بن عمر الجعابی، ابوحفص بن الزیات اور ابوالحسن بن لؤلؤ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ۹۰ سال کے قریب عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۵۱)

□......**ماہِ رجب ۳۰۵ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن صالح بن عبداللہ بن الضحاک البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کا لقب بخاری تھا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۴۳)

□......**ماہِ رجب ۳۰۵ھ**: میں حضرت ابواسحاق عمران بن موسیٰ بن مجاشع الجرجانی السختیانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۲۱۰ھ کے لگ بھگ ہوئی، آپ ابنِ مجاشع کے نام سے مشہور تھے، اور جرجان کے محدث کہلائے جاتے تھے، آپ کی وفات جرجان مقام پر ہوئی، اسماعیلی رحمہ اللہ نے آپ کو اپنے زمانے کا محدث قرار دیا ہے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص۱۳۷، العبر فی خبر من غبر ج۱ص۱۱۱، طبقات الحفاظ ج۱ص۶۳)

□......**ماہِ رجب ۳۰۶ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن الجلاء کے نام سے مشہور تھے، اور صوفیاء کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: ''اپنے کسی مسلمان بھائی کے حق کو اس وجہ سے ضائع نہ کرو کہ اس کے اور تمہارے درمیان دوستی اور محبت کا رشتہ ہے (اس وجہ سے وہ محسوس نہیں کرے گا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کے حقوق ادا کرنا فرض قرار دیئے ہیں، اور مومن کے حقوق وہی ضائع کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت نہ کرے'' (تاریخِ بغداد ج۲ص۴۸۳)

□......**ماہِ رجب ۳۰۶ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن حسن بن عبدالجبار بن راشد البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۱۰ھ کے لگ بھگ ہوئی، بغداد میں جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۵۲، طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۱۴)

□......**ماہِ رجب ۳۰۷ھ**: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن سہل بن عبدالحمید الجونی البصری رحمہ اللہ کی

وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص۲۶۱)

□......ماہِ رجب ۳۰۸ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان النیسابوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بہت بڑے محدث اور فقہ کے بہت بڑے عالم تھے، مشہور محدث حضرت ایوب بن حسن الزاہد الحنفی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور ابنِ سفیان کے نام سے مشہور تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص۳۱۲)

□......ماہِ رجب ۳۱۵ھ: میں حضرت ابویعقوب اسحاق بن احمد بن جعفر الکاغدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، مصر اور تنیس کے مقام پر علمِ حدیث بیان کی، اور تنیس میں رہتے تھے، دمیاط میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ص ۱۶۲)

□......ماہِ رجب ۳۱۶ھ: میں حضرت ابوعلی حسین بن محمد بن مصعب بن زری المروزی السنجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ مصعب کے نام سے مشہور تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۱۵)

□......ماہِ رجب ۳۱۶ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن معاذ بن فرہ الہروی المالینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،

(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۸۵)

□......ماہِ رجب ۳۱۶ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبدالسلام بن سہل المعدل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی

(تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۴۷۸)

□......ماہِ رجب ۳۱۷ھ: میں حضرت ابوحامد احمد بن جعفر بن محمد بن سعید الاشعری الاصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اصبہان، بغداد اور واسط میں طلبِ علم کیا (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۲۰۶)

□......ماہِ رجب ۳۱۹ھ: میں حضرت ابوالجعد اسلم بن عبدالعزیز بن ہاشم بن خالد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اندلس کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، اور فقہ مالکی کے بہت بڑے امام تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۵۴۹)

□......ماہِ رجب ۳۱۹ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالملک القرشی الاموی الدمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ۹۰ سال کے قریب عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ص۶۲، العبر فی خبر من غبر ج۱ص۱۲۰، طبقات الحفاظ ج۱ص۶۶)

□......ماہِ رجب ۳۲۰ھ: میں حضرت ابوالعباس عبداللہ بن عتاب بن احمد بن کثیر البصری الدمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ عتاب کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۲۴ھ میں ہوئی، آپ کا علمی مقام دمشق میں حضرت بقی بن مخلد رحمہ اللہ سے بھی زیادہ سمجھا جاتا تھا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ص۶۴)

□......ماہِ رجب ۳۲۲ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن غیلان الخراز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ السوسی کے نام سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۴۲۰)

□......ماہِ رجب ۳۲۲ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن عیسیٰ بن السکین بن عیسیٰ بن فیروز الشیبانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، واسط شہر میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۰۳)

□......ماہِ رجب ۳۲۸ھ: میں حضرت ابومحمد حسن بن علی بن خلف البہر بہاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حنبلی مسلک کے شیخ شمار ہوتے تھے، آپ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے، اور نہ کسی کی ملامت سے ڈرتے تھے، جو بات کہنی ہوتی صاف کہہ دیتے، آپ فرماتے ہیں:

نئی نئی خودساختہ باتوں میں سے جو بظاہر چھوٹی چھوٹی اور معمولی ہیں ان سے بھی بچے، کیونکہ یہی معمولی امور بڑی بڑی بدعات بن جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کلامی بحثیں کرنا بدعت وگمراہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں جو کچھ خود فرمایا ہے، اس کے ساتھ ذاتِ باری کو موصوف کیا جائے اور اس کی بھی کنہ وحقیقت جاننے کے پیچھے نہ پڑا جائے، قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور ان کا بھیجا ہوا نور ہے، مخلوق نہیں، اس میں بحث ومباحثہ کرنا کفر ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

نصیحت کے لئے جو مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں اس سے فائدہ کا دروازہ کھلتا ہے، اور مناظرہ کے لئے جو مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں اس سے فائدہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

۷۷ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۹۳، طبقات الحنابلۃ ج ا ص ۱۹۱)

□......ماہِ رجب ۳۲۷ھ: میں حضرت ابوالطیب احمد بن عثمان بن احمد بن ایوب بن ازداذ بن سراج بن عبدالرحمٰن السمسار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مشہور شخصیت ابوحفص بن شاہین رحمہ اللہ کے والد تھے، باب التین کے مقبرہ میں مدفون ہوئے (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۱۱)

□......ماہِ رجب ۳۲۸ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن سہل بن ہارون بن موسیٰ العسکری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخ بغداد ج ا ص ۳۷۱)

□......ماہِ رجب ۳۲۹ھ: میں حضرت ابومحمد حسن بن احمد بن سعید بن محمد بن یحییٰ بن خالد السلمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''رہا'' مقام کے رہنے والے تھے، اور بغداد میں سکونت پذیر تھے (تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۲۸۶)

□......ماہِ رجب ۳۳۰ھ: میں حضرت ابوذرعہ عبدالرب بن محمد عبداللہ بن ابی مسہر عبدالاعلیٰ بن مسہر الغسانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کا سارا گھرانہ علمی گھرانہ تھا (تاریخِ دمشق ج ۳۴ ص ۱۱۴)

□......ماہِ رجب ۳۳۰ھ: میں حضرت ابوبکر الصیرفی الشافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، شافعی مذہب کے

بہت بڑے امام ہیں، اصولِ فقہ پر آپ کی کتاب بڑی مشہور ہوئی (مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان للیافعی ج ا ص ۳۳۴)

□......**ماہِ رجب ۳۳۱ھ**: میں ابوالحسن نصر بن احمد بن اسماعیل کی وفات ہوئی، یہ خراسان اور ماوراء النہر (وسطی ایشیاء) کے امیر تھے، اپنے والد احمد بن اسماعیل بن احمد السامانی کے قتل کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، آپ کی مدتِ ولایت ۳۰ سال اور ۳۳ دن تھی، آپ کا لقب السعید تھا، آپ بہت حلیم الطبع اور بیدار مغز حکمران تھے، اور رعایا کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں مشہور تھے (الکامل فی التاریخ لابنِ اثیر ج۳ص ۳۹۳)

□......**ماہِ رجب ۳۳۶ھ**: میں حضرت ابوعلی محمد بن احمد بن محمد بن معقل النیسابوری المیدانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۹۱، العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۱۳۵)

□......**ماہِ رجب ۳۳۹ھ**: میں شیخ الفلسفۃ ابونصر محمد بن محمد بن طرخان بن اوزلغ الترکی الفارابی کا انتقال ہوا (فاراب یا فاریاب ماوراء النہر ''موجودہ شمالی افغانستان'' کے شہروں میں سے ایک شہر ہے) فارابی تحصیل علم کے بعد بغداد سے حلب آ گیا اور امیر سیف الدولہ کے دربار سے وابستہ ہوگیا، اور آخر عمر تک اس دربار سے وابستہ رہا اور یہاں پر بڑے شرف واعتبار والی زندگی بسر کی۔

فارابی کو علوم ریاضی میں مہارت تامہ، منطق وفلسفہ میں کامل دستگاہ اور طب میں تفوق حاصل تھا، فارابی نے اپنی ساری زندگی سائنس اور فلسفہ کے مطالعہ میں بسر کی، معلم اول ارسطو کی تمام کتب کا ماہر تھا، اور ارسطو کے فلسفہ کا شارح وترجمان تھا اسی وجہ سے ارسطو کو معلم اول اور فارابی کو معلم ثانی کا لقب دیا گیا ہے، اس کی چند مشہور کتب جن میں اس نے اپنے سائنسی نظریات پیش کئے یہ ہیں: الجوہر، الزمان، المکان، الخلاء، العقل والمعقول، احصاء العلوم وغیرہ (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۱۸، عیون الانباء فی طبقات الاطباء ج ا ص ۳۹۸)

□......**ماہِ رجب ۳۴۰ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن یوسف بن ملیح الطرائفی المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۱۹)

□......**ماہِ رجب ۳۴۰ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد المروزی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوالعباس بن سریج رحمہ اللہ کے بڑے شاگردوں میں شمار ہوتے ہے، علمِ فقہ میں آپ کو بہت اونچا مقام حاصل ہونے کی وجہ سے بغداد کا فقیہ کہا جاتا تھا، آخری عمر میں آپ مصر منتقل ہوگئے تھے، اور مصر ہی میں انتقال فرمایا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۲۹، العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۱۳۷، تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۴۹۴) ﴿بقیہ صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ: فقہی مسائل (پاکی ناپاکی کے مسائل: قسط۱۶)

مفتی محمد امجد حسین

کنویں کی پاکی ناپاکی کے احکام

کنویں کا پانی ٹھہرا ہوا ہوتا ہے، یعنی ماءراکد ہوتا ہے لیکن کنویں کے پانی کے احکام عام ماءراکد سے مختلف ہیں اور قیاس کی بجائے تعامل وآثار پر مبنی ہیں، اس لئے فقہائے کرام کنویں کے مسائل باقی پانیوں سے الگ مستقلاً ذکر فرماتے ہیں۔

کنویں میں گرنے والی چیزیں تین قسم کی ہیں:

(۱)......وہ چیزیں جن کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

(۲)......جن کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے اور سارا پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے۔

(۳)......جن سے پورا کنواں ناپاک نہیں ہوتا بلکہ مخصوص مقداروں میں پانی نکالنے سے باقی پانی اور کنواں پاک ہوجاتا ہے۔

پہلی قسم کی تفصیل

پاک چیز کوئی بھی کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور وضو وغسل اس پانی سے جائز رہتا ہے جب تک کنویں کا پانی ماء مطلق کے درجے میں رہے (ماء مطلق کی پیچھے وضاحت گذر چکی ہے) کنویں میں شکر وغیرہ ڈالی جائے تو جب تک مٹھاس یا اس چیز کا ذائقہ پانی میں ظاہر نہ ہو تو ماء مطلق کی صفت باقی رہے گی لہذا وضو وغسل اس کنویں کے پانی سے درست ہوگا۔

پانی میں رہنے والے حیوان یا وہ حشرات وغیرہ جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا ان کے کنویں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا بشرطیکہ ان کے جسم پر اوپری نجاست لگی ہوئی نہ ہو چنانچہ مچھلی، پانی کا مینڈک اور وہ سانپ جس کے جسم میں بہتا خون نہیں ہوتا کنویں میں گر کر مریں یا باہر مر کر کنویں میں گریں کنویں کا پانی ناپاک نہ ہوگا۔

مسلمان کی لاش غسل دیے جانے کے بعد اگر کنویں میں گر جائے (اور جسم پر کوئی ظاہری نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور نہ لاش پھول پھٹ جائے) تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

شہید مسلمان نہلائے بغیر بھی (کیونکہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا) کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو، اوراس کا خون پانی میں نہ ملے۔

زندہ آدمی کنویں میں گر جائے اور پھر زندہ نکل آئے تو اگر جسم پر نجاست نہ لگی ہو اور (گرنے سے پہلے) پانی سے استنجاء کئے ہوئے تھا (مطلب یہ کہ گرنے سے پہلے آخری دفعہ جب پیشاب کیا تھا تو اس کے بعد پانی سے محل استنجاء کو دھویا تھا، صرف ڈھیلے وغیرہ سے استنجاء نہیں کیا تھا) تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، یہ حکم کافر، مسلمان، مردوعورت، جنبی، غیر جنبی، حائضہ، نفاسہ سب کے لئے عام ہے (بشرطیکہ جنبی، حائضہ وغیرہ کے جسم پر ظاہری نجاست نہ ہو اور خون بند ہو) (بہشتی زیور، علم الفقہ)

خنزیر کے علاوہ سب جانوروں کی خشک ہڈی، بال، ناخن، دانت، کُھر (یعنی جن اعضاء میں خون سرایت نہیں کرتا) کنویں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے (جیسے گھوڑا، حلال جانور، پرندے، وہ جانور جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا خواہ حلال ہوں یا حرام، دریائی جانور، ان سب کا جھوٹا طاہر مطہر غیر مکروہ ہوتا ہے) وہ کنویں میں گر جائیں اور زندہ نکل آئیں تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ ان کے جسم پر ظاہری نجاست نہ لگی ہو اور نہ کوئی نجس چیز کھائی ہو جس کے اثرات گرتے وقت منہ میں باقی تھے اور منہ پانی میں ڈال لیا ہو، ہاں احتیاطاً ان چیزوں کو نکال لینے کے بعد بیس تیس ڈول نکال لینے چاہئیں۔

خنزیر کے علاوہ جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے (جیسے حرام جانور، درندے) یا جن کا جھوٹا مشکوک ہے (جیسے خچر، گدھا) اگر کنویں میں گریں اور زندہ نکل آئیں اوران کا منہ پانی تک نہ پہونچا ہو نہ جسم پر کوئی ظاہری نجاست لگی ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، البتہ احتیاط کے طور پر پچیس، تیس ڈول نکال لینے چاہیئں طاہر، مطہر مکروہ پانی یا مستعمل (استعمال شدہ برائے وضوءوغسل) پانی کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

مرغی یا ایسے جانور کا انڈا کنویں میں گر جائے جس کا گوشت حلال ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

مرغی، بطخ کے علاوہ اور کسی پرندے کے بیٹ، پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

اونٹ، بکری کی تھوڑی سی مینگنی کنویں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

آدمی کا گوشت یا کھال کا ٹکڑا ناخن سے کم مقدار میں کنویں میں گر جائے ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

جس چیز (برتن، کپڑا وغیرہ) کے ناپاک ہونے کا یقین یا غالب گمان نہ ہو وہ کنویں میں گر جائے تو کنواں

ناپاک نہ ہوگا۔

دوسری قسم: (وہ چیزیں جن کے گرنے سے پورا کنواں ناپاک ہوجاتا ہے)

نجاست کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوجائے گا، خواہ نجاست غلیظہ ہو یا خفیفہ، تھوڑی ہو یا زیادہ (غلیظ وخفیف نجاستوں کا بیان پیچھے گذر چکا ہے) چنانچہ خون، شراب، پیشاب، پاخانہ تھوڑا سا بھی کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوجائے گا، آدمی یا جانور کے جسم پر زخم ہو جس سے خون یا پیپ بہہ رہا ہو تو ایسا زخمی بھی کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوجائے گا۔

اسی طرح کوئی اور نجاست آدمی یا جانور کے جسم پر لگی ہو اور وہ کنویں میں گر جائے تو بھی یہی حکم ہے۔

جن جانوروں میں بہتا ہوا خون ہے کنویں میں گر جائیں اور پھول یا پھٹ جائیں یا پھول پھٹ کر کنویں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک ہوجائے گا۔

خنزیر کنویں میں گرے تو بہرحال کنواں ناپاک ہوجائے گا، خواہ اس کے جسم پر ظاہری پلیدی نہ ہو کیونکہ بال کھال سمیت اس کا سارا جسم نجس العین ہے۔

انسان کنویں میں گر جائے اور مر جائے، خواہ چھوٹا بچہ بھی ہو تو سارا کنواں ناپاک ہوجائے گا۔

مشکوک پانی یعنی گدھے، خچر کا جھوٹا کنویں میں گر جائے تو تمام کنواں ناپاک ہوجائے گا۔

جس کنویں کا تمام پانی ناپاک ہوگیا تھا اگر اس کا پانی کسی دوسرے کنویں میں گر جائے تو وہ کنواں ناپاک ہوجائے گا۔

کنویں کے قریب، کوئی گندا نالہ، گڑھا، گٹر ہو جس میں گندگی، گندا پانی جمع ہوتا ہو اس کا اثر کنویں میں آگیا تو تمام پانی ناپاک ہوجائے گا۔

تیسری قسم (جن چیزوں کے گرنے سے پورا کنواں ناپاک نہیں ہوتا)

چوہا یا بلی سے چھوٹا کوئی اور جانور کنویں میں گر جائے اور مر جائے (بشرطیکہ پھولے پھٹے نہ) تو بیس سے تیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا، لیکن پہلے وہ چیز نکالی جائے (دو چوہے گریں تب بھی یہی حکم ہے) بلی یا کبوتر یا ان کی جسامت کے برابر کوئی اور جانور گر کر مرے یا مر کر گرے (بشرطیکہ پھول پھٹ نہ جائے) تو پہلے وہ چیز نکال کر چالیس سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا، اور کنویں کے پاک ہونے کے ساتھ ہی ڈول، رسی اور پانی نکالنے والے کے گیلے ہاتھ بھی خود بخود (کنویں کی پاکی کے ضمن میں) پاک قرار پائیں گے۔

(جاری ہے............)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ (معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام: قسط۲۱) مفتی محمد امجد حسین

اجارہ (کرایہ داری) کے احکام کا بیان

اجارہ کا مطلب

دو آدمیوں کے درمیان کسی چیز کے منافع کو مال (یا منافع ہی) کے عوض فروخت کرنے کے معاملے کو اجارہ کہا جاتا ہے۔

اجارہ کی اقسام

اجارہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......اجارۃُ العمل **(۲)**......اجارۂ منفعت

اجارۃ العمل کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام یا عمل کے لئے اجرت کا معاملہ کیا جائے، جیسے خدمات، مزدوری، ملازمت، ٹھیکیداری وغیرہ

اور اجارۂ منفعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی منفعت یا افادیت یا استعمال کا معاملہ کیا جائے، جیسے مکانات، دوکانوں اور سواریوں وغیرہ کا کرایہ پر لین دین۔

اجارہ کے ارکان

اجارہ کا رکن ایجاب وقبول ہے، اور یہ ان الفاظ کے ساتھ ادا ہوتا ہے، جو اجارہ کے مفہوم کو بتائیں، ان سے وہ الفاظ مراد ہیں، جن کے ذریعہ سے عرف ورواج میں کرایہ داری کا معاملہ منعقد ہونا سمجھا جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میرے اور تمہارے درمیان کرایہ داری کا معاملہ ہے، یا میرے اور تمہارے درمیان اجرت کا لین دین ہے، یا تم میرے ملازم ہو، یا میں تمہیں اجرت ادا کروں گا وغیرہ، اگر اس طرح کے کسی بھی لفظ کے ذریعہ سے کرایہ داری کا معاملہ کیا جائے، تو وہ اجارہ کے رکن میں داخل سمجھا جائے گا۔

ایجاب وقبول کے درست ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ قبول ایجاب کے موافق ہو، یعنی جس طریقہ سے اور جن جن چیزوں کا ایجاب ہوا ہے، اسی طریقہ سے اور انہی چیزوں کا قبول بھی ہو، لہٰذا اگر قبول ایجاب

والی چیز کے علاوہ چیز کا یا اس میں سے بعض چیزوں کا ہوا اور بعض چیزوں کا نہ ہوا تو یہ معاملہ درست نہ ہوگا۔

ایجاب وقبول کے درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ماضی کے صیغہ کے ساتھ ہو، مثلاً مالک کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان ایک سال کے لئے پانچ ہزار روپے ماہانہ کے عوض کرایہ پر دیا ہے، اور کرایہ دار کہے کہ میں نے قبول کیا۔

ایجاب وقبول کے درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہوا ہو، لہٰذا اگر ایجاب ایک مجلس میں ہوا اور قبول دوسری مجلس میں، تو کرایہ داری کا یہ معاملہ درست نہ ہوگا۔

اجارہ صحیح ہونے کی شرائط کا بیان

(۱)...... اجارہ صحیح ہونے کے لئے فریقین کا عاقل ہونا شرط ہے، لہٰذا مجنون سے اجارہ کا معاملہ کرنا درست نہیں۔

اجارہ صحیح ہونے کے لئے فریقین کا بالغ ہونا شرط نہیں، البتہ سمجھدار ہونا ضروری ہے، لہٰذا جو بچہ سمجھدار ہو اس کے ساتھ اجارہ کا معاملہ کرنا درست ہے، اگرچہ وہ بالغ نہ ہو۔

(۲)...... اجارہ درست ہونے کے لئے فریقین کی رضامندی شرط ہے، لہٰذا جس کو زبردستی کسی چیز کے اجارے پر مجبور کیا جائے، اس کا اجارے کا معاملہ درست نہیں۔

(۳)...... منفعت کا متعین ہونا، یعنی کس قسم کے کام کے لئے کون سی چیز کرایہ پر لی گئی ہے، تاکہ بعد میں نزاع (اختلاف) پیدا نہ ہو، مثلاً اگر گاڑی کرایہ پر لی ہے، اپنی منزلِ مقصود کا، وقت کا واضح طور پر بتلا دینا ضروری ہے۔

(۴)...... معقود علیہ یعنی جس چیز کو کرایہ پر دیا جا رہا ہے، اس کی تعیین ضروری ہے، مثلاً اگر ایک دوکان کو کرایہ پر دینے کا معاملہ ہوا ہے تو دوکان کی تعیین کرنا ضروری ہے، اور یہ بتانا ضروری ہوگا کہ فلاں جگہ کی فلاں دوکان کو کرایہ پر دیا جا رہا ہے۔

(۵)...... معقود علیہ یعنی جس چیز کو کرایہ پر دیا جا رہا ہے، اسے فائدہ اٹھانے کے لئے کرایہ دار کے حوالے کرنے پر قدرت ہونا، لہٰذا جو مکان کسی غاصب کے قبضہ میں ہو اس کو کرایہ پر دینا جائز نہیں، کیونکہ کرایہ دار کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں۔

(۶)...... جس چیز کو کرایہ پر لیا جا رہا ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کی تعیین، یعنی اس سے کس قسم کا فائدہ

اٹھایا جائے گا؟

(۷)......کرایہ داری کا معاملہ جتنی اجرت کے عوض ہورہا ہے، اس کا متعین طور پر معلوم ہونا، لہٰذا کرایہ داری کے جس معاملہ میں اجرت متعین نہ ہو، وہ معاملہ درست نہیں۔

(۸)......فریقین کو اجارہ کی مدت کا متعین طور پر معلوم ہونا بھی ضروری ہے،

اجیر کی اقسام

اجیر کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......اجیرِ خاص **(۲)**......اجیرِ مشترک

اجیرِ خاص: جو مزدور، ملازم کل وقت یا بعض متعین وقت کسی ایک ہی مالک کے لئے کام کرتا ہے، مہینہ یا سال بھر یا طویل مدت کے لئے چاہے یومیہ تنخواہ وصول کرے، یا ماہانہ اس کو اجیرِ خاص کہتے ہیں۔

اجیرِ مشترک: وہ مزدور جو مخصوص مالک کا کام نہیں کرتا، بلکہ متعدد مالکوں کا کام کرتا ہے، اس کو اجیرِ مشترک کہتے ہیں، جیسے رنگریز، درزی، دھوبی، حجام، خاکروب وغیرہ۔

اجیرِ خاص کے احکام

(۱)......اجیرِ خاص جب خود کام کے لئے حاضر ہو (یعنی ڈیوٹی پر موجود ہو) چاہے مالک پورے وقت کام لے یا کچھ وقت وہ پوری اجرت کا مستحق ہے، ہاں اگر مفوضہ کام انجام نہیں دیا تو اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔

(۲)......اپنے مالک سے کام کا جو وقت طے ہوا (یعنی جتنے گھنٹہ کام کا معاہدہ ہوا) اس وقت میں کسی دوسرے کا کام کرنا جائز نہیں۔

(۳)......اجیرِ خاص کے ہاتھ سے کوئی چیز بغیر تعدی کے ضائع ہوجائے تو اس پر ضمان لازم نہ ہوگا اور اگر خود تلف کردے تو ضمان لازم ہوگا۔

اجیرِ مشترک کے احکام

مسئلہ......اجیرِ مشترک کا کوئی وقت کسی کام لینے والے کے لئے مختص نہیں، کہ اس وقت میں کسی دوسرے کا کام ناجائز ہو یا آرام کرنا جائز نہ ہو، کیونکہ یہاں اجرت کام سے متعلق ہے، اگر کام پورا کرے تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں۔ وقت سے انکا کوئی تعلق نہیں، البتہ کام پورا کرنے کے لئے کوئی وقت مقرر کیا ہو تو

وعدہ کے طور پر اس کو مجبور کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ......اجیرِ مشترک کام پورا کیے بغیر اجرت کا مستحق نہیں۔

مسئلہ......جب کسی نے مہینہ بھر کے لئے گھر کرائے پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا، چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو، کرایہ بہر حال واجب ہے

مسئلہ......جو مکان یا دوکان کرائے پر دی ہو، اس کو مقررہ اجرت یا اس سے کم اجرت پر آگے کسی اور کو کرائے پر دینا درست ہے۔ اگر زیادہ اجرت پر کرائے پر دی تو زائد رقم صدقہ کرنا ہوگی، البتہ اگر مکان یا دکان میں کوئی اضافہ کیا ہو، مثلاً کوئی الماری لگوا دی ہو تو زائد اجرت لینا جائز ہے۔

مسئلہ......ناجائز کام کسی سے اجرت پر کرانا بھی ناجائز ہے، مثلاً ناچ، گانے، تصویریں بنانے، ناحق قتل کرانے، وغیرہ جیسے کام کسی سے مزدوری پر کرانا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ......محض گھر سجانے کے لئے جھاڑ فانوس، یا لائٹنگ کے لئے بتیاں اور جھنڈیاں وغیرہ کرائے پر لینا درست نہیں۔

مسئلہ......پڑھنے کے لئے کوئی کتاب کرائے پر لینا درست نہیں۔

مسئلہ......گائے بھینس یا بکری کو دودھ پینے کے لئے کرائے پر دینا درست نہیں۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۲ ''تاریخی معلومات''﴾

بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۲

□......**ماہِ رجب ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابوعثمان سعید بن فحلون الاندلسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ عبدالملک بن حبیب کی کتاب ''الواضحۃ'' روایت کرنے والے ہیں، ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۱، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۱۴۱)

□......**ماہِ رجب ۳۴۹ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن عبدالعزیز الخراسانی البغوی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے دادا مکہ کے محدث علی بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بھائی تھے، اور ابوالقاسم البغوی رحمہ اللہ کے چچا تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۵۴۳)

□......**ماہِ رجب ۳۵۰ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن خنب البخاری بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بخارا میں رہتے تھے، اور یہاں کی مستند شخصیت شمار ہوتے تھے، آپ کی ولادت ۲۶۶ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۵۲۴)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

حضرت مہدی، دجال اور دو چاندوں کا ظہور

آج کل ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے عجیب وغریب باتیں نشر کرکے لوگوں کو تشویش و پریشانی میں مبتلا کیا جارہا ہے، اور نہ صرف پریشان کیا جارہا ہے بلکہ سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد ونظریات کو بگاڑنے اور مسخ کرنے کی بھی مذموم کوششیں کی جاری ہیں، اوراس طرح کی باتوں کے شروع ہونے کا بنیادی مرکز تو اسلام کے لبادہ میں کام کرنے والے کافروں کی ایک مخصوص جماعت ہے، جسے مستشرقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس کا کام ہی مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنا اور کفر کو تقویت پہنچانا ہے، اور مستشرقین کی یہ جماعت بڑے منظّم انداز میں پوری دنیا کے مسلمانوں کو طرح طرح سے اپنا شکار بنانے میں مشغول ہے۔

پہلے یہ لوگ ایک پروگرام اپنے طور پر طے کرلیتے ہیں اور پھر اس پروگرام کے تحت کام کرتے ہیں، اور اپنی کارروائی کو آگے بڑھانے کے لئے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی ساتھ ملالیتے ہیں، بالخصوص مسلمانوں کا وہ طبقہ جو مستشرقین کے اداروں سے ڈگری حاصل کرنے کے لئے ان کی شاگردی بھی اختیار کرلیتا ہے، وہ طبقہ تو ان کے لئے بہت قیمتی مشینری ہوتی ہے، جو مسلمانوں کے اندر گھس کر مستشرقین کے مشن کی تکمیل کے لئے اپنی خدمات کو بروئے کار لاتے ہیں، اور پھر رفتہ رفتہ اس طبقہ سے جدید تعلیم یافتہ اور جدت پسند ذہنیت رکھنے والا طبقہ بھی بہت جلد متأثر ہوکر ان کا ہمنوا بن جاتا ہے۔

گزشتہ ایک عرصہ سے مستشرقین قیامت کی علامات کے موضوع کو بنیاد بنا کر کئی کام کررہے ہیں، جس سے ان کے مختلف مقاصد ہیں مثلاً:

(۱)...... مسلمانوں میں خوف وہراس پھیلانا (۲)...... مسلمانوں کی صلاحیتوں کو عملی کاموں سے ہٹا کر چند اختراعی نظریات کی بھینٹ چڑھادینا (۳)...... مسلمانوں میں مایوسی کی کیفیت پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ ایک عرصہ سے ہر سال حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کے ظہور ہوجانے کا شوشہ چھیڑا جاتا ہے، اور ہر سال کے اختتام پر یہ دعویٰ اگلے سال کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، تاکہ مسلمان عملی چیزوں کو نظر انداز کرکے بس اس انتظار میں بیٹھ جائیں کہ اب حضرت مہدی علیہ الرحمۃ تشریف لاکر خود ہی سارے نظام کی اصلاح فرمادیں گے، اس لئے ہمیں خود سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

یاد رکھئے کہ بلاشبہ حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کا قیامت سے پہلے ظہور برحق ہے، اور حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کا ظہور قیامت کی بڑی اور قریبی علامتوں میں سے سب سے پہلی علامت ہے، اور شریعت نے ان کے ظہور سے پہلے بہت سی ایسی علامات بیان فرمائی ہیں، جس کو علاماتِ متوسطہ یعنی درمیانی درجے کی علامات قرار دیا جاتا ہے، اور ان میں سے بہت سی علامات ظاہر ہوچکی ہیں، اور بہت سی علامات ظاہر ہورہی ہیں، اور بہت سی علامات تیزی سے آگے کی طرف بڑھ رہی ہیں۔لیکن ان سب باتوں کے باوجود شریعت کی طرف سے حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کے ظہور کے لئے کوئی خاص صدی یا سال متعین نہیں کیا گیا، اور نہ ہی یہ بتلایا گیا کہ قیامت کی علاماتِ متوسطہ یعنی درمیانی علامات کا زمانہ کتنے عرصہ پر محیط ہوگا۔

لہٰذا جس طرح اس بات کا امکان موجود ہے کہ حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کا ظہور بہت جلد زمانہ آئندہ میں ہوجائے اور مزید باقی ماندہ علاماتِ متوسطہ کا ظہور اور تکمیل بھی بہت جلد ہوجائے، اسی کے ساتھ اس بات کا امکان بھی موجود ہے کہ اس میں دسیوں یا کم وبیش سال کا عرصہ لگ جائے۔

اور اصل بات یہ ہے کہ شریعت نے ہمیں اس چیز کی کھود کرید کا مکلّف نہیں فرمایا کہ حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کا ظہور کون سے سن میں ہوگا اور ان کی ولادت ہوچکی ہے یا نہیں؟

بلکہ شریعت نے ہمیں اعمال کا مکلّف کیا ہے اگر ہمارے اعمال شریعت کے مطابق ہیں اور ہمارا ایمان مضبوط ہے تو حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کی ولادت وعدمِ ولادت اور ظہور وعدمِ ظہور سے ہمارا کوئی نقصان نہیں، لہٰذا اعمال درست ہونے کی صورت میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

اور اگر ہمارے اعمال شریعت کے مطابق نہیں اور ہمارے ایمان میں کمزوری وخلل ہے تو حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کی ولادت وظہور یا عدمِ ولادت وعدمِ ظہور سے ہمارا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ ہر حال میں ہم نقصان اور خسارہ ہی میں ہیں، اور اس حالت میں ظہور ہو بھی گیا تو ہماری خیر نہیں۔

لہٰذا ہمیں ہر حال میں اپنے اعمال کو درست کرنے اور اپنے ایمان کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، نہ یہ کہ ایمان واعمال کی طرف تو توجہ نہ کی جائے اور حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کے ظہور وعدمِ ظہور اور ولادت وعدمِ ولادت کی گھتی سلجھانے میں مشغول ہوجائیں، یہ انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے۔

یاد رکھئے کہ جب اللہ تعالیٰ کو حضرت مہدی علیہ الرحمۃ کا ظہور منظور ہوگا تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی، اور جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوگا تو کوئی جھوٹا مدعیٔ مہدویت کامیاب نہیں ہوسکتا۔

یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حکم ''کُــــنْ'' سے وجود میں آئے گا، لہٰذا اس تکوینی نظام میں بے جا مداخلت کرنے کے بجائے تشریعی احکام کو بجالانا چاہئے۔

ایک طبقہ کی طرف سے یہ چرچا بھی کیا جارہا ہے کہ کانا دجال کسی خاص شخصیت کا نام نہیں بلکہ ایک کردار کا نام ہے اور وہ کردار امریکہ یا مغرب کی شکل میں سامنے آچکا ہے، لہٰذا درحقیقت امریکہ ہی کانا دجال ہے۔

یہ دعویٰ بھی سراسر اسلام اور شریعت کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن وصحیح احادیث میں جس چیز کو دجال سے تعبیر کیا گیا ہے وہ متعین اور خاص شخصیت ہے، جس کی تفصیلی علامات واوصاف صحیح احادیث میں بیان کردیئے گئے ہیں، اور علمائے کرام نے مستقل تصانیف میں ان کو جمع فرمادیا ہے، ان کو ذکر کرنے کا یہ موقع نہیں

ان دو باتوں کے علاوہ ایک تیسری بات جو اس وقت زور وشور سے مشہور کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ جس مرتبہ دو چاند نظر آئیں گے تو یہ قیامت کی اہم اور بڑی نشانی ہوگی اور اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا، اور آئندہ یا فلاں مہینے میں دو چاند نظر آنے کی پیشین گوئی ہوچکی ہے، اور یہ کہ بی بی سی لندن وغیرہ نے اس کا انکشاف کیا ہے، جبکہ شرعی اعتبار سے ایسی کوئی بات مستند طریقے سے ثابت نہیں۔

اور بی بی سی لندن کوئی شریعت کا ذریعہ نہیں کہ وہاں سے جو بات نشر کی جائے وہ سو فیصد درست ہو، اور اس پر میں نے خود تقریباً دو ماہ پہلے اس قسم کی بات بی بی سی لندن کے حوالہ سے کسی معتبر ذریعہ سے سنی تھی اور میرے موبائل فون میں اس قسم کا میسج پہنچا تھا، جس سے اندازہ ہوا تھا کہ یہ بات لوگوں میں تیزی سے نشر کی جارہی ہے، اور جس وقت کے متعلق وہ پیشین گوئی کی گئی تھی وہ وقت بھی گزر چکا، لیکن اس کے باوجود پھر آئندہ زمانے کے لئے اسی قسم کی پیشین گوئیاں کی جارہی ہیں، اور ہمارے ذرائع ابلاغ کے ڈاکٹر نام کے بعض لوگ بھی اس بات کو آگے بیان کررہے ہیں، لیکن ہم یہ عرض کرچکے ہیں کہ اس پیشین گوئی کی کوئی حقیقت نہیں، اور اس پر یقین کرنا نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔

یہ تو صرف بطورِ نمونہ تین باتیں ذکر کی گئی ہیں، ورنہ مستشرقین اور ان کے متبعین کے اس طرح کے جھوٹے ڈھکوسلوں کی داستان بہت طویل ہے، جس کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے ذرائع سے نشر ہونے والی اس طرح کی خبروں کی تصدیق نہ کی جائے اور اس کے بجائے مستند بزرگوں اور علماء سے اپنا تعلق قائم رکھا جائے اور اپنے ایمان واعمال کی اصلاح میں مشغول رہا جائے۔

فقط محمد رضوان۔ ۲۷/ ۷/ ۱۴۲۹ھ

بسلسلہ: آداب المعاشرت

مفتی محمد رضوان

پیشاب پاخانے کے آداب

اس عالَمِ اسباب میں ظاہری اسباب کے درجے میں بدن کے وجود اور بقاء کا دارومدار غذا پر ہے، غذا کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن کوئی بھی غذا ایسی نہیں جو ساری کی ساری جسم کا جز بن کر حل ہوجائے، اور اس کا کچھ فُضلہ باقی نہ رہے، پھر یہ فضلہ اگر جسم سے خارج نہ ہو اور جسم میں ہی رُکا رہے تو بدن میں کئی قسم کا بگاڑ اور فساد پیدا ہوجاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ غذا کے ہضم ہونے کے بعد اس کا فُضلہ مناسب مقدار میں بدن سے خارج ہو، اس کو اطباء کی زبان میں ''استفراغ'' کہا جاتا ہے، جس کی عام اور اہم شکل ''رفع حاجت'' یعنی پیشاب پاخانہ کے ذریعہ فراغت حاصل کرنا ہے، صحت کی حفاظت اور جسمانی بیماریوں سے نجات کے لئے رفعِ حاجت سے متعلق بنیادی باتوں کا جاننا اور ان کے مطابق عمل کرنا نہایت ضروری ہے، اس سلسلہ میں چند اصول بتلائے جاتے ہیں:

(۱)......جس وقت بھی رفعِ حاجت کا تقاضا ہو، بلاتاخیر اس تقاضے کو پورا کرنا چاہئے اور اس میں دیر نہیں کرنی چاہئے، بعض لوگ کام کاج میں مصروف ہونے کی وجہ سے پیشاب پاخانہ کی حاجتیں پوری کرنے میں دیر کردیتے ہیں، خاص طور پر جب کسی دوسرے کے یہاں ہوں، خواتین اس سلسلہ میں شرم کی وجہ سے کوتاہی کرتی ہیں اور بروقت رفع حاجت نہیں کرپاتیں، بعض لوگ وضو برقرار رکھنے کے لئے رفعِ حاجت میں تاخیر کردیتے ہیں، ایسا کرنے سے تندرستی خراب ہوجاتی ہے

صحت بگڑنے لگتی ہے، کیونکہ پیشاب پاخانہ انسانی جسم کے لئے فضلہ اور بے کار چیزیں ہیں، اس لئے ان کے جسم میں غیر ضروری وقت تک ٹھہرے رہنے کی وجہ سے خراب ہوا اور گیس پیدا ہوتی ہے، نیز اس کا زہر خون میں مل کر طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں چنانچہ ان حاجتوں کو غیر ضروری وقت تک روکنے کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ سر میں درد ہونے لگتا ہے، اس کے علاوہ طبیعت سست ہوجاتی ہے، کام کاج کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

پاخانہ باربار روکنے کی وجہ سے آنتیں کمزور ہوجاتی ہیں اور قبض رہنے لگتا ہے، جو پھر خود کئی بیماریوں کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

پیشاب کو بار بار روکنے کی وجہ سے مثانہ کمزور ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مثانہ میں پیشاب کو روکے رکھنے کی طاقت ہی نہیں رہتی، اور پیشاب قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے پاکی اور وضو برقرار رکھنے میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں اور نماز پڑھنے میں بھی دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔

(۲)...... صبح کو نیند سے جاگنے کے بعد سب سے پہلے پیشاب، پاخانے سے فارغ ہونا چاہئے، کیونکہ جو کچھ روزانہ کھایا پیا جاتا ہے اس کا بہترین حصہ جسم کی غذاء بن جاتا ہے، باقی خراب حصہ پیشاب، پاخانے کی شکل میں آنتوں اور مثانہ میں جمع رہتا ہے، رات بھر سونے اور لمبے وقفہ کی وجہ سے اس کو صبح نیند سے اٹھتے ہی خارج کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

(۳)......آنتوں اور پیٹ میں پیدا ہونے والی ہوا یعنی ریح/گیس کو نکلنے سے روکنا بھی صحت اور تندرستی کے لئے نقصان دہ ہے۔

غیر ضروری ہوا کو نکلنے سے روکنے کا پہلا اثر دماغ پر یہ پیدا ہوتا ہے، کہ سر میں درد ہونے لگتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۴)...... دوسرے لوگوں کی موجودگی میں آواز سے ریح خارج کرنا بدتہذیبی سمجھا جاتا ہے اور بعض اوقات ریح کی بُو سے دوسروں کو تکلیف بھی پہنچتی ہے، اس لئے ریح خارج کرتے وقت دوسروں کا لحاظ کرنا چاہئے، ایسا موقع ہو تو وہاں سے کسی بہانہ سے اٹھ کر ریح خارج کر دینا بہتر ہے، اگر کسی کی ریح میں مستقل غیر ضروری بدبو رہتی ہوُ اسے کسی مناسب معالج سے علاج کرانا چاہئے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شکم زندانِ باد است اے خرد مند ندارد ہیچ عاقل باد دربند
چو باد اندر شکم پیچد فرد ہل کہ باد اندر شکم باریست بردل

ترجمہ: اے عقل مند پیٹ ہوا کا قید خانہ ہے، کوئی عقل مند ہوا کو قید میں نہیں رکھتا، جب ہوا (ریح) تیرے پیٹ میں گردش کرے تو اس کو خارج کر دے، کہ ہوا (ریح) پیٹ میں ہوتی ہے لیکن اس کا بوجھ دل پر ہوتا ہے (گلستان سعدی ص ۸۹)

(۵)......حضور ﷺ سر ڈھانک کر اور جوتا پہن کر بیت الخلاء تشریف لے جاتے تھے (ابنِ سعد) لہٰذا آپ کی اتباع میں ایسا کرنا سنت ہے۔

(۶)...... پیشاب پاخانہ کے لئے رفعِ حاجت والی جگہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡخُبُثِ وَالۡخَبَائِثِ

ترجمہ: اے اللہ میں خبیث شیاطین مَردوں اورعورتوں سے آپ کی پناہ لیتا ہوں (بخاری، حدیث نمبر۱۳۹)

(۷)...... بیتُ الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھنا چاہیے، اور بیتُ الخلاء سے باہر آتے وقت پہلے سیدھا پاؤں باہر نکالنا چاہیے۔

(۸)...... پیشاب پاخانہ کے وقت نجاست سے اپنے لباس اور بدن کو بچانے کا اہتمام بہت ضروری ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے عذاب کا ایک بڑا سبب پیشاب کی چھینٹوں سے حفاظت نہ کرنا ہے اگر بیتُ الخلاء کے علاوہ کسی اور جگہ پیشاب کی نوبت آئے، تو نرم جگہ تلاش کرنی چاہیے، تاکہ چھینٹیں نہ اُڑیں، اور پیشاب زمین میں جذب ہوجائے (ترمذی)

(۹)...... پیشاب پاخانہ کے لئے بلاضرورت دیر تک بیٹھے رہنا پسندیدہ عمل نہیں، اس سے کئی جسمانی وروحانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

البتہ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اطمینان کے ساتھ فراغت حاصل کی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ استنجا کرنے کے بعد نجاست کا کوئی حصہ برآمد ہوکر ناپاکی کا باعث بن جائے۔

(۱۰)...... پیشاب پاخانہ کرتے وقت بلاضرورت کسی سے بات کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت یا حدیث اور متبرک چیز کا زبان سے پڑھنا، سلام کرنا یا سلام اور اذان کا یا چھینک کا جواب دینا درست نہیں، ان چیزوں سے بچنا چاہئے، البتہ دل ہی دل میں چھینک وغیرہ کا جواب دیا جاسکتا ہے (ردالمحتار)

(۱۱)...... اگر بیتُ الخلاء اور غسل و وضوخانہ ایک ہی کمرے میں واقع ہوں، تو اگر دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ ہو یا بناوٹ کے لحاظ سے دونوں مقامات کی وضع ایسی ہو کہ دیکھنے میں دونوں مقام الگ الگ محسوس ہوتے ہوں، وضو والی جگہ میں مسنون دعائیں وغیرہ پڑھنا جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔

(۱۲)...... بیت الخلاء میں بیٹھ کر آخرت کے معاملات مثلاً علمِ دین اور مسائل وغیرہ کو نہ سوچنا چاہئے، اور ذہن کو افکار میں مشغول نہیں رکھنا چاہئے (ردالمحتار)

آج کل بعض لوگ بغیر کسی سخت مجبوری کے فرصت کا وقت سمجھ کر بیت الخلاء میں بیٹھ کر ٹیلی فون وغیرہ پر بات چیت کرتے ہیں اور اخبار و رسائل کا مطالعہ کرتے ہیں، جو کہ بہت غلط طرزِ عمل ہے، اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

(۱۳)...... بیت الخلاء میں ایسی چیز ساتھ لے جانا جس پر کوئی آیت یا حدیث یا دعا یا اللہ تعالیٰ یا انبیائے کرام علیہم السلام یا کسی فرشتہ یا کسی معظم چیز کا نام ہو، درست نہیں، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو، یا تعویذ کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو، تو حرج نہیں (ردالمحتار)

(۱۴)...... بیت الخلاء میں بیٹھ کر نظر کو حیا کے ساتھ جھکا کر رکھنا چاہئے، لیکن اپنی شرمگاہ یا اس سے خارج ہونے والی نجاست کو دیکھنے اور آسمان کی طرف دیکھنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، اسی طرح خارج ہونے والی نجاست پر تھوکنے سے بھی بچنا چاہئے (ردالمحتار)

(۱۵)...... قضائے حاجت کے وقت اپنے بدن یا شرمگاہ سے چھیڑ چھاڑ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے (ایضاً)

(۱۶)...... پیشاب پاخانہ اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر کرنا چاہئے، بلاضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر کرنا درست نہیں ہے۔

آج کل پیشاب پاخانہ کے لئے انگریزی طرز کی کرسی نما سیٹیں رائج ہیں، جو اصل میں تو مریضوں اور بیماروں کے لئے کارآمد ہیں، لیکن جدید فیشن میں ان کا بلاضرورت استعمال شروع ہوگیا ہے، جو اسلامی طریقہ نہیں، اور اس کے علاوہ اس میں جسم یا لباس کے ناپاک ہونے کے بھی زیادہ خطرات ہوتے ہیں، اور پیشاب پاخانہ کے صحیح طریقہ سے خارج ہونے کے لئے بھی یہ فائدہ مند نہیں، نیز صحت کے لئے بھی مضر ہے، اس لئے بلاضرورت اس کو اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۱۷)...... قضائے حاجت کے وقت بیٹھنے کی حالت میں پاؤں قدرے کشادہ رکھنے چاہئیں، اور دائیں پاؤں کے مقابلہ میں بائیں پاؤں پر زیادہ وزن ڈالنا بہتر ہے۔ [۱]

---

[۱] ثم یوسع بین رجلیه ویمیل علی رجله الیسریٰ (شامی ج ۱ ص ۳۷۳)
عن محمد بن عبدالرحمن عن رجل من بنی مدلج عن ابیه قال قدم علینا سراقة بن جعشم قال علمنا رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدنا الخلاء ان یعتمد الیسریٰ وینصب الیمنیٰ (السنن الکبریٰ للبیهقی ، باب تغطیة الرأس عند دخول الخلاء والاعتماد علی الرجل الیسریٰ اذا قعد ان صح الخبر فیه)
قال احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری :
هذا اسناد ضعیف لجهالة التابعی (اتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة ،باب البول قائما وصفة قضاء الحاجة)

(۱۸)......قبلہ کی طرف رُخ کرکے یا پشت کرکے پیشاب پاخانہ کرنا گناہ اور منع ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے بیت الخلا کا رُخ بھی اس طرز پر بنانا یا بنوانا درست نہیں، جس میں بیٹھنے والے کا رُخ یا پشت قبلہ کی طرف ہو، اگر ایسے طرز پر بیت الخلاء بنا دیا گیا تو اس کی اصلاح کرنی چاہئے، ورنہ کم از کم قضائے حاجت کے وقت اپنا رُخ یا پشت قبلہ کی طرف سے کسی قدر پھیر لینا چاہئے۔

(۱۹)...... پیشاب پاخانہ کے وقت جسم کے تمام کپڑے اتار کر برہنہ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ بقدرِ ضرورت کپڑے اتارنے پر اکتفاء کرنا چاہئے، اور جتنا بدن ننگا کرنے کی ضرورت ہو، اس کے لئے بھی آسانی کے ساتھ جتنا نیچے ہوکر یہ عمل کریں، اُتنا ہی بہتر ہے (ترمذی، ابوداؤد)

(۲۰)......استنجا کرتے وقت شرمگاہ پر داہنا ہاتھ لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور استنجا وغیرہ کی ضرورت کے لئے بھی حتی الامکان بائیں ہاتھ کو استعمال کرنا چاہئے۔

(۲۱)...... استنجا کرنے کے لئے استعمال ہونے والے برتن (لوٹے وغیرہ) کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(۲۲)...... پیشاب پاخانہ سے فارغ ہوکر اچھی طرح پانی سے استنجا کرکے نجاست کو دور کر لینا چاہئے۔

(۲۳)...... پیشاب پاخانہ سے فراغت کے بعد پانی سے استنجاء کرنے پر اکتفاء بھی جائز ہے، البتہ پانی استعمال کرنے سے پہلے پیشاب کے قطرے خشک کرنے کے لیے ڈھیلا استعمال کر لینا بہتر ہے، خاص طور پر آج کل جبکہ قطرے کا مرض عام ہے، اس کا استعمال زیادہ اہم ہے کہ پانی سے استنجاء کرنے کے بعد اگر دوبارہ قطرہ آ گیا تو کپڑے کے ناپاک ہونے کا بھی خدشہ ہوگا، اور پہلا استنجاء بھی بے کار ہو جائے گا (کذا فی فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد۵ صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱) [۱]

---

[۱] فکان الجمع سنة علی الإطلاق فی کل زمان، وهو الصحیح وعلیه الفتویٰ، وقیل: ذالک فی زماننا؛ لانهم کانوا یبعرون، اه، إمداد. ثم اعلم أن الجمع بین الماء والحجر أفضل، ویلیه فی الفضل الاقتصار علی الماء، ویلیه الاقتصار علی الحجر وتحصل السنة بالکل وإن تفاوت الفضل کما أفاده فی الامداد وغیره (ردالمحتار، فصل الاستنجاء)

اگر کوئی صرف ڈھیلے سے استنجاء کرنے پر اکتفاء کرے اور پانی بالکل استعمال نہ کرے، تو یہ بھی جائز ہے، کما مرّ فی عبارة الشامیة۔ لیکن اگر پیشاب اپنے سوراخ سے نکل کر دائیں بائیں پھیل گیا ہو اور اس کی مقدار ایک درہم یعنی ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ نہیں ہوئی، اور پاخانے کی صورت میں مخرج سے دائیں بائیں پھیل گیا ہو اور اس کا وزن ایک مثقال (یعنی 4.86 گرام) یا اس سے کم ہو تو پانی سے دھوئے بغیر نماز درست ہو جائے گی، اور اس سے زائد ہونے کی صورت میں دھوئے بغیر نماز درست نہیں ہوگی (کذا فی احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۰۷؛ فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد۵ صفحہ۲۹۲)

(۲۴)...... آج کل شہروں میں ڈھیلوں کی دستیابی عام حالات میں مشکل ہوتی ہے، اور فراغت کے بعد ان کو سنبھالنا بھی مشکل ہوتا ہے، اس وجہ سے ڈھیلوں کی جگہ ٹوائلٹ پیپر (جو اسی غرض سے بنایا جاتا ہے، لکھنے کے کام نہیں آتا، اور قیمتی بھی نہیں ہوتا) استعمال کرنے کی گنجائش ہے (کذافی احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۰۸، وفتاویٰ محمودیہ مبوب جلد۵ صفحہ ۲۹۶)

(۲۵)...... استنجا پانی، مٹی کے ڈھیلے، پتھر، بے قیمت کپڑے اور ہر وہ چیز جو پاک ہو اور نجاست کو دور کردے، اور وہ مال اور قابلِ احترام چیز نہ ہو اور مضر بھی نہ ہو، اس سے استنجا کرنا جائز ہے۔

(۲۶)...... ناپاک، مضر یا قابلِ استعمال وقابلِ احترام چیزوں سے استنجا کرنا، اور اسی طرح جو چیزیں ناپاکی کو دور نہ کرسکیں، ان سے استنجا کرنا منع ہے۔

چنانچہ جس ڈھیلے یا ٹوائلٹ پیپر وغیرہ سے ایک دفعہ استنجا ہو چکا ہو، اسے دوبارہ استنجا کے لئے استعمال کرنے سے اور لید اور اسی طرح دوسری ناپاک چیزوں سے استنجا نہیں کرنا چاہئے۔

اسی طرح انسانوں، جانوروں یا جناتوں کی کھانے کی چیزوں سے استنجا نہیں کرنا چاہئے۔ ہڈی جناتوں کی غذا ہے، اس سے استنجا کرنا بھی منع ہے۔ گوشت، روئی وغیرہ سے بھی استنجا کرنا منع ہے، اور بھوس اور گھاس وغیرہ، جانوروں کا چارہ ہے، ان سے بھی استنجا نہیں کرنا چاہئے۔ عام کاغذ، زمزم کا پانی، مسجد کی چٹائی، کپڑا وغیرہ قابلِ احترام وقابلِ استعمال چیزیں ہیں، ان سے بھی استنجا نہیں کرنا چاہئے۔

شیشہ، پختہ اینٹ، ٹھیکری، کوئلہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا اور سرکہ وغیرہ جیسی چیزیں بعض مضر ہیں، بعض میں ناپاکی دور کرنے کی صلاحیت نہیں اور بعض قابلِ احترام ہیں، اس لئے ان چیزوں سے بھی استنجا نہ کرنا چاہئے

(۲۷)...... پیشاب پائخانہ دوسروں کے سامنے نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ایسی جگہ کرنا چاہیے جہاں کوئی دوسرا نہ دیکھ رہا ہو، دوسروں کی نظروں کے سامنے پیشاب کرنا حیا وغیرت کے خلاف، گندی حرکت اور بے غیرتی کی علامت ہے، اور دوسروں کے سامنے پیشاب کرنے سے شرم اور حیاء بھی ختم ہوتی ہے، اس لیے تنہائی کی جگہ میں ہی قضائے حاجت کے لیے جانا چاہیے۔

(۲۸)...... اسی طرح لوگوں کی گزرگاہوں، گلیوں، راستوں اور کام کاج کی جگہوں میں بھی قضائے حاجت نہیں کرنی چاہئے۔

(۲۹)...... اگر آپ ریل وغیرہ میں سفر کررہے ہوں، تو اسٹیشن وغیرہ پر ریل کے ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں پیشاب پاخانہ نہیں کرنا چاہئے۔

(۳۰)...... پیشاب سے فراغت پر اپنی شرمگاہ کو بائیں ہاتھ سے دبا کر نچوڑ دینا چاہئے، تاکہ اگر کچھ پیشاب کے قطرات موجود ہوں تو وہ خارج ہو جائیں۔

(۳۱)......استنجا سے فراغت کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے جتنا جلدی ممکن ہو اپنی شرمگاہ کو کپڑے سے چھپا لینا چاہئے (ردالمحتار)

(۳۲)...... ہو سکے تو بیت الخلاء میں آمد ورفت کے لئے جوتے مخصوص رکھنا چاہئے، اس میں سہولت رہتی ہے، اور عام حالات میں استعمال ہونے والے جوتے نجاست سے محفوظ رہتے ہیں، نیز بیت الخلاء سے نکلتے وقت نجاست وغلاظت وغیرہ دوسرے مقامات پر لگنے سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

(۳۳)......بیتُ الخلاء سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْأَذٰی وَعَافَانِیْ

اوراگر کسی کو پوری دعا یاد نہ ہو تو صرف یہ الفاظ بھی پڑھے جاسکتے ہیں: غُفْرَانَکَ [۱]

(۳۴)...... شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لئے استنجا سے فراغت پا کر اپنی شرمگاہ کے قریب والے پاجامے، شلوار وغیرہ کے حصہ پر پانی کے چھینٹے مار لینا چاہئے (ردالمحتار)

(۳۵)......استنجا سے فراغت پا کر اپنے ہاتھوں کو صابن وغیرہ سے دھو لینا بہتر ہے (ردالمحتار)

(۳۶)...... بیت الخلاء اگر اس طرز کا ہو کہ اس سے پانی وغیرہ ڈال کر غلاظت کو بہایا جاتا ہو (جیسا کہ آجکل کا فلیش سسٹم) تو فراغت پر پانی ڈال کر غلاظت کو بہا دینا ضروری ہے، اسی طرح چھوڑ کر باہر آ جانا دوسرے کی تکلیف کا باعث اور گناہ ہے، اور اگر بہایا نہ جاتا ہو (جیسا کہ پرانے زمانے کے سادہ طرز کے قدمچے والے بیت الخلاء) تو مٹی، راکھ وغیرہ ڈال کر اس کو چھپا دینا چاہئے۔

---

[۱] بعض احادیث میں حضور ﷺ سے بیتُ الخلاء سے باہر تشریف لاتے وقت صرف یہ الفاظ پڑھنا ثابت ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْأَذٰی وَعَافَانِیْ

(ملاحظہ ہو: ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۲۹۷؛ مصنف ابنِ ابی شیبہ، جزء ۱صفحہ ۱۲؛ الدعاء للطبرانی، حدیث نمبر ۳۶۹؛ الدعاء لمحمد بن فضیل، حدیث نمبر ۳۸؛ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، حدیث نمبر ۲۲)

اور بعض احادیث میں صرف غُفْرَانَکَ کے الفاظ ثابت ہیں۔

(ملاحظہ ہو: ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۰؛ ترمذی، حدیث نمبر ۷؛ دارمی، حدیث نمبر ۷۰۵؛ ابنِ حبان، حدیث نمبر ۱۴۶۵؛ الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر ۶۹۳؛ الدعاء للطبرانی، حدیث نمبر ۳۶۶)

دونوں حدیثوں پر اس طرح عمل ہو جاتا ہے کہ پہلی دعا کے شروع میں غُفْرَانَکَ کے الفاظ ملا لیے جائیں۔ محمد رضوان

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

اولیاء اللہ کی صحبت اور اصلاحِ معاشرت کی ضرورت (قسط۱)

مؤرخہ ۱۵/ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۲/ نومبر ۲۰۰۰ء بروز اتوار حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ غفران، راولپنڈی میں تشریف لائے اور اپنے ملفوظات وارشادات سے لوگوں کو مستفید فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ......)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورة التوبة آیت نمبر ۱۱۹) [۱]

الحمدللہ ادارہ غفران میں پہلے بھی حاضری کی توفیق ہوتی رہی ہے، اس دفعہ تو خصوصی طور پر حاضر ہوا ہوں، اس لیے کہ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہ دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) ساہیوال سرگودھا، اتنی دُور سے سفر کر کے تشریف لائے ہوئے ہیں، اور ان کے صاحبزادے مفتی عبدالقدوس صاحب بھی ساتھ آئے ہیں، ان حضرات کا وجودِ با مسعود بہت غنیمت ہے۔ [۲]

اولیاء اللہ کی چار قسمیں

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آیا جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ:

اہلُ اللہ کے چار گروہ ہیں، جن کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ اول مفسرین، دوم محدثین، تیسرے فقہاء، اور چوتھے صوفیاء۔

الحمدللہ ہمارے اکابرِ دیوبند میں یہ چاروں علوم ایک ہی جگہ مجتمع تھے، اب انہیں کے بقیۃُ السلف اس وقت ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں، ماشاءاللہ مفسر بھی ہیں، محدث بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، صوفی بھی ہیں؛ تو ہم لوگوں کی یہ بڑی خوش نصیبی اور سعادت ہے کہ ان کی زیارت کا موقع مل گیا۔

---

[۱] ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور (عمل) سچوں کے ساتھ رہو (ترجمہ از بیانُ القرآن)

[۲] اس موقع پر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ بھی ادارہ میں تشریف لائے ہوئے تھے اور اس مجلس میں موجود تھے۔ محمد رضوان۔

اصلاحی مجالس کے قیام کی وجہ

ماشاءاللہ ادارہ بڑا اچھا کام کررہا ہے، یہ اصلاحی مجلس کا ایک سلسلہ ہے جو مفتی رضوان صاحب نے شروع کیا ہے، اسی طرح ہمارے اکابر کی اصلاحی مجالس کراچی، لاہور، ملتان، ساہیوال، اسلام آباد، پنڈی اور دیگر شہروں میں بھی ہورہی ہیں، اس وقت مجھے وہ حضرات بھی یہاں نظر آرہے ہیں جو ہمارے یہاں اسلام آباد میں مسجدِ کوہسار کی مجلس میں آتے ہیں، تو بہرحال لوگ وہاں بھی جاتے ہیں، اور یہاں بھی آتے ہیں۔

لیکن کبھی آپ حضرات نے یہ بھی غور کیا ہے کہ کیا ان اصلاحی مجلسوں میں صرف شرکت کرنا ہی کافی ہے؟ آپ وہاں بھی اصلاحی مجالس میں جاتے ہیں اور یہاں بھی آتے ہیں، تو اس پر غور کرنا چاہیے، جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ہمارے نفس میں جو رذائل اور بُرے اخلاق ہیں اور جن کی اصلاح کے لیے ہم اصلاحی مجالس میں آتے ہیں تو کیا ان مجالس میں شریک ہونے کے بعد ان بُرے اخلاق کی اصلاح میں کچھ ترقی ہوئی ہے، اپنی اصلاح میں کچھ فرق آیا ہے، اور جو ہمارے نفس کے اندر رذائل ہیں، اُن کا امالہ ہوا ہے؟

ہمارے صوفیاء نے بُرے اخلاق کی اصلاح کے لیے امالہ کی اصطلاح اختیار کی ہے، ازالہ کی اصطلاح اختیار نہیں کی، کیونکہ جو فطری اخلاق ہیں، اُن کا ازالہ نہیں ہوتا ہے، بہرحال سلوک اور تصوف میں رذائل کا امالہ ہوتا ہے، اور فضائل کی تحصیل ہوتی ہے۔

تو غرضیکہ آمدن، نشستن، برخواستن نہیں ہونا چاہیے، کہ آگئے، سُن لیا اور چلے گئے، بلکہ جائزہ لیا کریں۔

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ بھائی یہ جو اصلاحی مجالس ہیں، یہ اس طرح سے نہیں ہیں جیسے کہ کہیں مشاعرے ہورہے ہوں کہ کسی شاعر کے شعر پر داد دیدی، اور خوش ہوگئے اور واہ واہ ہوگئی، شعروشاعری سے وقتی طور پر محظوظ اور لُطف اندوز ہوگئے اور پھر چلے گئے۔

نہیں بلکہ یہ اصلاحی مجلسیں نفس کی اور اعمال کی اصلاح کے لیے منعقد ہوتی ہیں۔

اس لیے نفس کی اصلاح کے لیے ایک تو یہ ضروری ہے کہ ہم سب اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہیں اور دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ کسی ایسے مصلح سے جو شریعت کی اتباع کرتا ہو، اُس سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے، اور پھر انقیاد، اور اتباع کو اختیار کیا جائے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن حضرات کی کچھ علامات بھی بتلائی ہیں جن سے اصلاحی تعلق قائم کیا جاسکتا ہے، اس لیے کسی مصلح سے تعلق قائم کرنے سے پہلے اُس میں ان علامات کو بھی دیکھ لینا چاہیے۔

پھر صوفیائے کرام نے اپنی اصلاح کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ جس طرح ایک ایک کر کے جسم کی بیماریوں کا علاج کرایا جاتا ہے، اسی طرح پہلے اپنے نفس میں دیکھو کہ ہمارے باطن کے امراض کیا کیا ہیں؟ پھر ایک ایک کر کے ان امراض کا اپنے مصلح سے علاج کراؤ۔

باطن کے امراض میں تکبر، حسد، حرص، لالچ، غضب، غصہ، شہوت، حبِ مال، حبِ جاہ، حبِ دنیا یہ اور اس جیسے دوسرے باطن کے امراض ہیں، جب یہ چیزیں حدِ اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو مہلک ہو جاتی ہیں۔

یہ رذائل ہیں، اصلاح انہیں رذائل کی کی جاتی ہے، اور مقصود یہی ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا حاصل ہو، باقی جو معالجات اولیاء اللہ اور مشائخ کراتے ہیں، وہ سب وسائط اور ذرائع ہیں، ان سے مقصود اکتسابِ فضائل اور امالۂ رذائل کرنا ہوتا ہے، اسی کے لیے محنت کی جاتی ہے، اور اسی کے واسطے یہ ہماری اصلاحی مجلسیں قائم ہیں، ماشاءاللہ اس ادارے میں مفتی رضوان صاحب نے یہ سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔

بہر حال اصلاح کے لیے اہلُ اللہ کی صحبت اور اُن کی مجالس میں شرکت بہت ضروری ہے، اور اس کے ساتھ مجد دِوقت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مطالعہ بھی ضرور کرنا چاہیے۔

حضرت مولوی شبیر علی تھانوی صاحب نے الافاضات الایومیہ کی جو جلدیں کراچی میں شائع کی تھیں اُس میں پہلی جلد میں اپنے اُس مقدمے اور دیباچے میں لکھا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے مجلس میں دریافت کیا گیا کہ اصلاح کے لیے آپ کی اتنی تالیفات ہیں، اُن میں سے سب سے زیادہ نافع اور مؤثر اور مفید کیا چیز ہے؟

تو فرمایا کہ ملفوظات۔

ہمارے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے دو وقت بتائے ہیں کہ فجر اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہوتی، تو اس میں کوئی ایسا معمول دس منٹ کا ہی باندھ لینا چاہیے جس میں اصلاحِ اعمال سے متعلق کوئی حدیث شریف سُنا دی، یا حضرت والا کے تین ملفوظ سُنا دیے، اور اس موقعے پر جیسا مجمع ہو، اُس کے مطابق کچھ تشریح کر دی، کیونکہ مجمع دیکھ کر خطاب کیا جاتا ہے، جو مجمع عامۃ المسلمین کا ہے علماء کا نہیں ہے، تو وہاں معاشرے سے متعلق باتیں بتانی چاہئیں۔

تو میں مفتی رضوان صاحب کو یہ مشورہ دوں گا، جیسا کہ میں نے اپنے یہاں بھی روزانہ صبح فجر کی نماز کے بعد یا عصر کے بعد شروع کرا رکھا ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سُنائے جاتے

ہیں، اور یہ بہت ہی نافع ہیں، تو مفتی صاحب بھی ایسا کوئی سلسلہ جاری رکھیں۔

اصلاح کے لیے صحبتِ اہلُ اللہ کی ضرورت

میں نے شروع میں جو آیتِ کریمہ تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۱۱۹)

کہ اے مؤمنو! اللہ سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو، اور جو صادقین ہیں، متقین ہیں، اُن سے رشتہ جوڑو، اُن کے ساتھ رہو۔

حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصلاح کے لیے کتابیں اور علم کافی نہیں ہے، بلکہ اصلاح کی اصل صحبت ہے، اور اس بات کی تائید قرآن پاک کی آیت سے ہو رہی ہے، کہ جن اولیاء اللہ اور اصلاح یافتہ لوگوں سے تم نے اصلاح کرانی ہے، ان کے ساتھ رہنے سے اصلاح ہوگی لہٰذا اپنے مصلحین اور اولیاء اللہ کے ساتھ رہو، کیونکہ مرید کو اپنے مصلح، شیخ اور پیر کے پاس جانے آنے اور ان سے تعلق قائم کرنے سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ یہ مرید اپنے شیخ اور پیر سے اپنا ایک ایک رذیلہ ذکر کرے گا، پھر وہ شیخ اور پیر اُن رذائل کا علاج بتائیں گے، اس طرح مرید اپنے شیخ کی ہدایات پر عمل کر کے اپنے تمام بُرے اخلاق کی اصلاح کرائے گا؛ اور شیخ کے پاس جانے آنے سے دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اپنے شیخ اور اولیاء اللہ کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور اُن کے ساتھ رہنے سے اُن کے ساتھ اُنس اور مناسبت پیدا ہو جائے گی۔

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر بہت تاکید ہوتی تھی کہ جب تک شیخ اور مرید میں مناسبت اور اُنس پیدا نہ ہو، اُس وقت تک بیعت کا تعلق نہ کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ سارے دین کی جڑ یہی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت اختیار کی جائے، کیونکہ اہلُ اللہ کی صحبت سے اصلاح ہوتی ہے؛ اور اصلاح کرانا ہر شخص پر ضروری ہے، اور اسی طرح دین کا ضروری علم یعنی فرضِ عین علم بھی ہر شخص کو حاصل کرنا ضروری ہے، خواہ وہ اصطلاحی عالم ہو یا نہ ہو؛ لیکن پورا اور کامل عالم بننا کہ ہر شخص دورۂ حدیث سے فارغ ہو، اس طرح کا اصطلاحی عالم ہونا ہر شخص کے لیے ضروری نہیں ہے۔

دین پر استقامت حاصل کرنے کا طریقہ

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ایمان کی دولت سے مشرف فرمایا ہے، لیکن اس ایمان کی بقاء اور ایمان پر خاتمہ کیسے حاصل ہو؟ اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن بندوں پر

اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ایمان کی دولت عطا فرما کر ہدایت عطا فرمائی تو اب اس ہدایت پر استقامت کیسے حاصل ہو؟

اس بارے میں قرآن پاک کی آیت میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (سورہ حٰمٓ السجدۃ ۳۰) [۱]

جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے۔

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استقامت علی الہدایت کے لیے صرف علم کافی نہیں، اسی طرح صرف معرفت بھی کافی نہیں ہے، اور صرف عبادت بھی کافی نہیں ہے۔

عالم ہونا، یا عارف ہونا یا عابد ہونا، یہ ساری چیزیں ہدایت پر استقامت کے لیے معاون و معین و مدد تو ہوتی ہیں، مگر کفایت نہیں کرتیں۔

اس پر حضرت سے پوچھا گیا کہ ہدایت پر استقامت کے لیے پھر کیا چیز کفایت کرتی ہے؟

تو حضرت نے فرمایا کہ ہدایت پر استقامت کے لیے اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کفایت کرتی ہے، کیونکہ محبت اطاعت کے لیے ایک طرح سے تازیانے کا کام کرتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت پیدا ہو، اور اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت جب ہی پیدا ہوگی جبکہ اُن سے محبت کرنے والوں سے ملو، اور مقربین یعنی جو اللہ کے مقرب بندے ہیں، جنہیں وصول الی اللہ ہو چکا ہے، اُن سے اللہ کے لیے تعلق رکھو۔ بقول شاعر:

اُن سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ ۔۔۔ اُن کے ملنے والوں سے راہ پیدا کر

---

[۱] ترجمہ: جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر (اس پر) مستقیم رہے (ترجمہ از بیانُ القرآن)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

موجودہ اسلامی بینکاری سے متعلق اظہارِ خیال

آجکل ملک کے بعض علماء کے طبقہ میں بعض اداروں اور بینکوں کی اسلامی نجکاری و بینکاری کی کارکردگی کے جائز و ناجائز اور صحیح و غلط ہونے پر بحث جاری ہے۔

اہلِ علم کا ایک طبقہ تو وہ ہے جو اسلامی بینکاری کے عنوان سے جاری سلسلوں کی کلی مخالفت کرتا ہے اور اس کے نزدیک یہ سب سلسلے کلیتاً غیر اسلامی ہیں، اور ان کو اسلامی قرار دینا گویا کہ صرف ایک دھوکہ ہے۔

اس کے برعکس ایک طبقہ کے خیال میں یہ نظام گویا کہ سو فیصدی اسلامی ہے، اور اس کو کسی بھی حیثیت سے غیر اسلامی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جبکہ اہلِ علم حضرات ہی کا ایک بڑا طبقہ وہ ہے جو ان دونوں کے بین بین ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ یہ نظام سو فیصدی اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے، اور اس میں ابھی بہت کچھ اصلاحات کی ضرورت ہے، لیکن اس کو پوری طرح غیر اسلامی قرار دینا بھی ناانصافی ہے کیونکہ سودی نظام کے خاتمہ اور نجات کے لئے انتہائی کوششوں کے بعد اسلامی بینکاری کو وجود میں لایا گیا ہے، اور کفر یہ خالص سود پر مشتمل نظام کا اس میں کافی حد تک خاتمہ کیا جاچکا ہے اور اس سلسلہ میں مزید کوششیں جاری ہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق اس تیسرے طبقہ کا موقف دلائل وحقائق کے لحاظ سے بہت وزن رکھتا ہے، اور افراط وتفریط سے پاک ہو کر اعتدال کے اصولوں پر مبنی ہے۔

ہمارا مدتِ دراز سے یہی موقف ہے اور سائلین کے بعض اسلامی بینکوں سے معاملات کرنے کے جواب میں بھی یہی عرض کیا جاتا ہے کہ جب تک کوئی مجبوری نہ آن پڑے اس وقت تک ان اسلامی بینکوں سے بھی معاملہ نہ کیا جائے البتہ مجبوری ہو تو ان بینکوں کے شرعی ایڈوائزروں سے رابطہ کر کے ان کے مشورہ کے مطابق آپ کے لئے گنجائش ہے۔

البتہ اسی کے ساتھ غیر اسلامی بینکوں کے بجائے اسلامی بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانے اور خرید وفروخت وغیرہ کے لئے بینک کے واسطہ کی ضرورت کے مواقع پر اسلامی بینکوں کو استعمال کرنے کی عوام کو ترغیب دینے کی ضرورت ہے، اس سے جہاں ایک طرف لوگ غیر اسلامی معاملات میں معاون بننے سے

محفوظ رہیں گے، اسی کے ساتھ اسلامی بینکوں کی ترقی اور غیر اسلامی بینکوں کی حوصلہ شکنی کا بھی باعث ہونگے۔

مورخہ 20 جولائی تا 23 جولائی 2008ء کو میزان اسلامی بینک کے تعاون سے اسلام آباد میں چار روزہ ''اسلامی بینکاری وانشورنس وتکافل'' کورس منعقد ہوا۔

یہ کورس اسلام آباد میں الشفاء انٹرنیشنل کے بالمقابل نیباف (NIBAF) نامی بلڈنگ کے ایک ہال میں منعقد ہوا، جس میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے دارالافتاؤں سے منسلک علماء نے شرکت فرمائی۔

اس کورس میں جن اہل علم حضرات نے لیکچر دیا، ان کا اسلامی بینکوں کی نگرانی اور مشاورت سے تعلق تھا، ان میں ایک تو جناب مولانا مفتی ارشاد صاحب زید مجدہ تھے جو کہ ''البنک الاسلامی'' کے شرعی ایڈوائزر ہیں۔

اور دوسرے جناب مولانا ڈاکٹر عمران اشرف صاحب زید مجدہٗ تھے جو میزان اسلامی بینک کے شرعی ایڈوائزر ہیں۔ 21 اور 22 جولائی کی نشستوں میں بندہ بھی شریک رہا، اور باقی دنوں کی نشستوں میں مولانا مفتی امجد صاحب سلمہٗ ادارہ غفران کی طرف سے شریک ہوئے، ان نشستوں میں شریک ہوکر بھی بندہ کو اپنے سابقہ موقف ہی کی تائید محسوس ہوئی۔ اور مذکورہ حضرات کے لیکچروں سے مجھے جو کچھ محسوس ہوا اس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ یہ حضرات رائج اسلامی بینکاری کو سو فیصدی اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ قرار نہیں دیتے اور برابر اصلاحات کے لئے کوشاں ہیں، اور ناجائز امور کو یا تو بالکلیہ ختم کرنے کے متمنی ہیں یا بامر مجبوری ان کے متبادل جائز پہلوؤں کو تلاش کرتے ہیں اور بعض موقعوں پر فقہائے کرام کی طرف سے تجویز کردہ کتاب الحیل سے بھی استفادہ کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں کافی حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے، عالمی سطح سے لیکر ہر اسلامی بینک کی برانچ تک میں اہلِ علم حضرات غیر معمولی تعداد میں مقرر ہیں جو شرعی تناظر میں نظام کا جائزہ لیتے رہتے ہے اور اصلاحات کا اہتمام کرتے ہیں، اس سلسلہ میں ہمارے ملک کے نامور فقیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی خدمات اتنی وسیع اور ہمہ گیر و ہمہ جہتی ہیں جو ایک بڑے ادارہ کے لئے بھی انجام دینا ایک مشکل امر تھا، اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ قائم رکھیں اور اس سلسلہ میں ان کو مزید کامیابیاں عطا فرمائیں۔ آمین۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علمائے کرام سب سے پہلے تو اسلامی بینکاری کے نظام کو خالی الذہن ہوکر سمجھنے کا اہتمام کریں اور اس کے بعد شرعی اصولوں کی روشنی میں تمام حالات کو سامنے رکھ کر سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیں، اور اس کے بغیر یکطرفہ طریقہ پر کوئی فتویٰ جاری نہ فرمائیں۔

اور جو باہمی علمی نوعیت کے اختلافات ہیں، ان کا آپس میں مذاکرہ کرکے اتفاق کا راستہ نکالیں۔

علم کے مینار　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۱۰)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

---

(۵)......حضرت مولانا عقیل الرحمٰن صاحب مدظلہم

مدرسہ کے بڑے استاذوں میں ایک نمایاں نام اور مقام مولانا عقیل الرحمان صاحب کا تھا جو کہ بحمداللہ تعالیٰ ابھی حیات ہیں، ان سے ہم نے شرح عقائد، بیضاوی شریف، ابوداؤد شریف اور ہدایہ شریف کا ایک حصہ پڑھا ہے۔

آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دینی علوم پر گہری نظر کی نعمت عطا فرمائی تھی، اور کتابوں اور سبقوں کے حل کرنے کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا، آپ مدرسہ کے دوسرے اساتذہ کے مقابلہ میں مزاجاً اور طبیعتاً کچھ سخت واقع ہوئے تھے، تاہم آپ کی سختی دین کے لئے تھی، جس کو مضبوطی سے تعبیر کرنا مناسب ہوگا۔

اکثر و بیشتر آپ سنجیدہ رہا کرتے تھے، اور مدرسہ کے قریب ہی ایک مکان میں معہ اہلِ خانہ مقیم تھے، آپ کی حضرت مولانا مفتی وجیہہ صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد نبیہ صاحب ٹانڈوی رحمہا اللہ سے بھی کچھ عزیزداری کا رشتہ قائم تھا۔

آپ پانچوں نمازیں عموماً مدرسہ کی مسجد میں آکر ادا فرمایا کرتے تھے، اور مسجد میں امام صاحب کے قریب پہلی صف میں موجود ہوا کرتے تھے، اور طلبۂ کرام کی جماعت میں حاضری پر بھی ساتھ ساتھ نگاہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ سے آپ کا گہرا اور قریبی تعلق تھا، اور حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کی مجالس و ملفوظات کو قلمبند کرنے اور انہیں ترتیب دینے اور کتابت وغیرہ کرانے کی ذمہ داری اکثر و بیشتر آپ ہی انجام دیا کرتے تھے۔

نحو و صرف پر آپ کو بڑا عبور تھا، اور بڑی کتب میں بھی طلبۂ کرام کو عبارت کے حل کرانے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، اور بعض اوقات سبق پڑھاتے پڑھاتے بعض طلبہ کرام سے جو کچھ پڑھایا ہوتا وہ سنا بھی کرتے تھے، جس کی وجہ سے طلبۂ کرام آپ کے سبق میں چوکنے اور بیدار مغز رہا کرتے تھے۔

آپ نے ان کتابوں کی جن کا سبق پڑھایا کرتے تھے اس طرح جلد بندی کرا رکھی تھی کہ ایک ورق کے بعد دوسرا سادہ ورق لگوایا ہوا تھا، جس میں آپ اپنی بعض یادداشتوں کو محفوظ فرمالیا کرتے تھے اور آپ کے سبق میں طلبۂ کرام کو عجیب وغریب نکات سے مستفید ہونے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائیں اور آپ کی عمر دراز عطا فرمائیں۔ آمین

(۶)......حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہم

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہم جو آج کل بھی مدرسہ میں استاذ ہیں، ان سے ہم نے ترجمۂ قرآن اور مختصر المعانی پڑھی ہے۔

آپ قصبہ کے ایک فصیح وبلیغ مشہور مبلغ ومقرر حضرت مولانا حفظ الکبیر صاحب رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے ہیں، اور اس وقت قصبہ کی ایک مسجد میں امام بھی تھے، اور مسجد کے ساتھ ہی آپ کی رہائش بھی تھی۔

آپ نہایت متقی و پرہیز گار، ذاکر وشاغل اور نفیس المزاج انسان تھے، اور ہمہ وقت چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے اپنی زبان کو قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رکھتے تھے، اور ذرا سی دیر بھی زبان کو خاموش نہیں رکھا کرتے تھے، جوں ہی سبق ختم ہوتا فوراً تلاوت میں مشغول ہوجاتے۔

کثرتِ تلاوت سے آپ کے قرآن مجید کا حفظ بہت پختہ ہوگیا تھا، شاذ ونادر ہی کہیں اٹک ہوا کرتی تھی، آپ کا کسی کے یہاں آنا جانا اور ملنا جلنا بہت کم تھا، اور گھر سے سیدھے سبق پڑھانے آتے اور فارغ ہوکر واپس سیدھے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

آپ راستہ چلتے وقت دائیں بائیں نہیں دیکھا کرتے تھے بلکہ بالکل سیدھے اور نظر نیچی کرکے چلتے تھے، اور تلاوت جاری رہتی تھی، مزاج میں اتنی نفاست تھی کہ کوئی طالب علم اگر پسینہ وغیرہ کی بو کے ساتھ درسگاہ میں داخل ہوجاتا تو آپ کو فوراً محسوس ہوجاتا تھا، اور آپ خطاب عام کے ساتھ طلبۂ کرام کو صفائی ستھرائی اور خوشبو کے استعمال کی ترغیب دے دیا کرتے تھے۔

آپ کو لفظی اور محاوری ترجمہ پر بڑا عبور تھا، اور کتابوں کی عبارت کا ایسا معنیٰ خیز ترجمہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد مزید تقریری تشریح کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، اور ترجمہ کے بعد مختصر تشریح کرکے آپ مکرر سہ کرر ترجمہ کو دہرایا کرتے تھے، طلبۂ کرام آپ کے ترجمہ کرتے وقت آپ کے محاوری اور معنیٰ خیز ترجمہ کو غور سے سنتے اور کتاب کی عبارت کو دیکھتے تو حیران رہ جاتے کہ آپ کسی لفظ کے ترجمہ کو چھوڑتے نہیں تھے

اور ترجمہ کو معنیٰ خیز بنانے کے لئے لمبی عبارت کے الفاظ کو اس طرح باہم مرتبط فرما دیا کرتے تھے کہ نحوی و صرفی قاعدہ کی مخالفت نہیں ہو پاتی تھی، محاوری اور معنیٰ خیز ترجمہ کو آپ جس طرح حل فرماتے تھے، یہ متاثر کن وحیران کن بات تھی۔

واللہ اگر ان کے سبق کو مکمل طریقہ سے محفوظ کرلیا جاتا تو ہر کتاب کی ایک مختصر اور نہایت ہی جامع شرح تیار ہوسکتی تھی۔

اسی کے ساتھ آپ کی یہ عادت بھی تھی کہ سبق پڑھانے کے دوران آپ یکلخت نیم مسکراہٹ بھی فرمایا کرتے تھے، جو ایک حد تک ہوتی تھی، اور فوراً ہی مسکراہٹ کی حالت ختم ہوجاتی تھی، جوں ہی آپ مسکراتے تو مخاطب بھی آپ کا مسکراہٹ میں ساتھ دینا چاہتا، لیکن اسے اس کا موقع ہی نہیں ملتا تھا، کیونکہ اتنی دیر میں آپ کی مسکراہٹ ختم ہوکر بالکل سنجیدہ حالت ہوجاتی تھی۔

آپ کی ذمہ داری میں آنے والے اسباق پر آپ کو اتنا عبور تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا ترجمہ اور مطلب آپ کی زبان خود بخود آگے بولتی جاتی ہے اور آپ کو اپنے ذہن پر بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

آپ کو سبق سے ہٹ کر کسی اور بات کے کرنے کی بالکل عادت نہ تھی، اور اسی وجہ سے طلبہ کرام آپ سے سبق پڑھ کر خاموشی سے واپس چلے جاتے تھے۔

پیدل چلنے کی رفتار آپ کی عام لوگوں میں تیز ہوتی تھی، اور آپ کے ساتھ چلنے والا مشکل ہی سے آپ کا ساتھ دے پاتا تھا، اس کے علاوہ بھی آپ میں گونا گوں صفات پائی جاتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علم، عمل، عمر و درجات میں برکت و ترقی عطا فرمائیں۔ آمین

(۷)......حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم ہماری طالب علمی کے آخری چند سالوں ہی میں مدرسہ میں تشریف لائے تھے اور دارالافتاء میں حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ کے نائب کی حیثیت سے خدمات انجام دیا کرتے تھے،

مدرسہ مفتاح العلوم میں تشریف آوری سے پہلے آپ قصبہ گنگوہ کے مدرسہ اشرف العلوم میں تدریس فرمایا کرتے تھے، اور کسی زمانے میں حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کا شرف حاصل کر چکے تھے۔

حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ سے تعلق آپ کے مدرسہ مفتاح العلوم میں آمد کا سبب بنا، آپ حضرت مسیح

الامت رحمہ اللہ کی خانقاہ (جس کو حضرت مسیحُ الامت رحمہ اللہ مہمان خانہ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے) میں رہتے تھے، اور خانقاہ میں مقیم ہونے والے حضرات کی ضروریات کے غیر رسمی منتظم اور نگران بھی تھے، اور حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ سے بے تکلفانہ تعلق رکھتے تھے۔

کسی زمانے میں آپ کے دماغ پر کچھ اثر رہ چکا تھا، دارالافتاء میں تخصص کرنے والے طلبہ کرام کو سراجی اورالاشباہ والنظائر وغیرہ کا سبق آپ ہی پڑھایا کرتے تھے، (سوائے رسم المفتی کے کہ وہ حضرت مفتی نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ پڑھایا کرتے تھے) تخصص کرنے والے طلبہ کرام کو تمرین اور فتاویٰ نویسی کی مشق بھی آپ ہی کرایا کرتے تھے، اور عمومی فتاویٰ بھی آپ ہی تحریر فرماتے تھے، لیکن حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ سے مشاورت فرمالیا کرتے تھے، اور بعض مسائل کے جوابات خود حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ اپنے قلم مبارک سے تحریر فرماتے تھے۔

اوراس میں شک نہیں کہ مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم نے فتاویٰ کے شعبہ میں حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ سے بہت استفادہ فرمایا تھا، اور آپ حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ کا احترام بھی بہت کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کے مزاج میں تواضع وانکساری بہت زیادہ تھی، اور آپ سبق پڑھانے کے دوران اگر کوئی بات منقح نہیں ہوتی تھی، اس کے بارے میں صاف فرمادیا کرتے تھے کہ اس بارے میں مجھے شرح صدر نہیں ہے، دوبارہ غور کرکے کچھ عرض کروں گا، آپ جب کسی سے بات کرتے تو تبسم کے ساتھ بات کرتے تھے، اور سبق پڑھانے کے دوران بھی تبسم فرماتے رہتے تھے، البتہ بعض اوقات آپ کو معمولی غصہ بھی آجایا کرتا تھا، اوراس کے آثار فوراً چہرے کے رنگ سے نمایاں ہوجایا کرتے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم، عمر اور درجات میں ترقی عطا فرمائیں۔ آمین

حضرت مولانا محمد یامین صاحب (جدید) مدظلہم

مدرسہ مفتاحُ العلوم میں ایک نوجوان اور ذی استعداد استاذ مولانا محمد یامین صاحب (جدید) بھی تھے، آپ کے نام کے ساتھ ''جدید'' کا لفظ مولانا محمد یامین صاحب جلال آبادی (قدیم) (جن کا ذکر گزر چکا) سے امتیاز پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوا کرتا تھا۔

آپ عمر میں تو اس وقت اتنے زیادہ نہیں تھے، لیکن علمی استعداد اچھی تھی، اور حافظہ تو اس وقت ماشاءاللہ

تعالیٰ بہت ہی اچھا تھا، اور مطالعہ کا اہتمام بھی خوب فرماتے تھے جو سبق پڑھانے کے دوران محسوس ہوتا تھا، آپ سبق پڑھاتے وقت بہت تیز تیز بولا کرتے تھے، اور ایک گھنٹے کے سبق میں بہت زیادہ علمی مواد آپ کی زبان سے جاری ہوجاتا تھا۔

جلالین نصفِ اول آپ ہی پڑھایا کرتے تھے، اور جلالین کے سبق میں تفسیری روایات بہت مفصل و مدلل انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے، بہت سے طلبہ آپ کے سبق کو ریکارڈ بھی کرلیا کرتے تھے، آپ کا حضرت مولانا محمد صفی اللہ خان صاحب (عرف بھائی جان صاحب) مدظلہم سے گہرا تعلق تھا، اور آپ کے مختلف اسفار بھی قرب وجوار کے علاقوں میں بھائی جان صاحب کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔

مولانا موصوف ماشاء اللہ تعالیٰ ابھی بھی حیات ہیں، اور معلوم ہوا ہے کہ آج کل مدرسہ میں شیخُ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہیں، اللہ تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمائیں۔

حضرت قاری عبدالرحیم صاحب میواتی رحمہ اللہ

آپ حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے، میوات کے متوطن ہونے کی وجہ سے میواتی کہلاتے تھے، اور آنکھوں سے نابینا تھے، اور مدرسہ کی مسجد کے ساتھ واقع مہمان خانہ (خانقاہ) کے ایک کمرے میں رہائش پذیر تھے، اور تجوید کے شعبہ کے استاد تھے، قرآن مجید کی مشق بہت عمدہ کرایا کرتے تھے، اور ماشاء اللہ تعالیٰ آپ کا حافظہ بہت قوی تھا، اب اگرچہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوچکا ہے، لیکن آپ کی تجویدی خدمات بہت وقیع اور وسیع ہیں جو آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

آپ کو مختلف کتابیں سُننے کا شوق تھا، اور آپ کتابیں سُن سُن کر استفادہ کیا کرتے تھے، آپ کے معمولات اور مشاغل کافی زیادہ ہوا کرتے تھے، اس لیے آپ نے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ دوپہر کو جتنی دیر کھانا کھاتے، اسی دوران کسی طالبِ علم کو مقرر کرکے کتاب بھی سُن لیا کرتے تھے، اور حافظہ کا یہ عالَم تھا کہ کتاب سُنانے والے کو بعض جگہ درمیان میں روک کر پیچھے سے پورا جملہ دہرا کر معلوم کیا کرتے تھے کہ کیا یہ جملہ اسی طرح سے ہے، اور بعض اوقات درمیان کا کوئی جملہ سمجھ نہ آتا تو خود پیچھے کا جملہ پڑھ کر معلوم کیا کرتے تھے کہ اس کے بعد کیا ہے؟

مجھے بھی ایک عرصہ تک حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کو کچھ کتب و رسائل سُنانے کی خدمت کا موقع ملا تھا، اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائیں۔

(جاری ہے..........)

تذکرۂ اولیاء امتیاز احمد

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ

خاندان اور نام ونسب

نام ''مسعود'' اور لقب فرید الدین تھا، اور گنج شکر کے لقب سے مشہور تھے، آپ کے والد محترم حضرت مولانا جمال الدین صاحب رحمہ اللہ سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے، سلسلہ نسب امیر المؤمنین خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

گنج شکر سے مشہور ہونے کی وجہ تسمیہ

مؤرخین نے بہت سی وجوہات لکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو بچپن میں شکر سے بڑی رغبت تھی، اس لئے ان کی والدہ ان کو نماز پڑھنے کی ترغیب کی خاطر جائے نماز کے نیچے شکر رکھ دیتیں، نماز پڑھ کر جانماز کو الٹتے تو شکر ملتی، اسی شوق میں نماز پڑھتے، ایک دن والدہ کسی مہمان کی خاطر مدارات میں لگی رہیں جانماز کے نیچے شکر نہ رکھ سکیں، لیکن حضرت نے حسب معمول نماز پڑھی اور جانماز الٹی تو وہاں اور بھی زیادہ شکر ملی ان کی والدہ کو یاد آیا تو نماز کے لئے بلایا لیکن ان کو معلوم ہوا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی اور ان کو شکر بھی مل گئی، اسی کے بعد شکر گنج کہلائے۔

خاندانی وجاہت

آپ کے آباء وجداد میں فرخ شاہ عادل مشہور بادشاہ گزرا ہے جس نے ایک عرصہ تک حکومت کی تھی، فرخ شاہ عادل کے بعد بھی اس کی اولاد کابل میں نہایت امن وامان اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہی، یہاں تک کے چنگیز خان نے خروج کیا اور اپنی سفاک وخونخوار تلوار سے ایران کو زیروزبر کرتا ہوا سلطنتِ غزنی کی طرف بڑھا اور بڑے بے رحمانہ انداز میں غزنی پر حملہ آور ہوا اور کابل سمیت سب شہروں کو اپنی سفاکیت کا نشانہ بنا ڈالا۔

آپ کے دادا قاضی شعیب فتنۂ تاتار کے زمانہ میں اپنے وطن مالوف کابل کو چھوڑ کر لاہور تشریف لائے،

اورقصورشہر(جو کہ لاہور کے قریب ہے) میں قیام کیا، قاضی منصور(جنہوں نے کابل میں جا کر علم حاصل کیا تھا) آپ کے خاندان کے حالات سن چکا تھا، نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آیا، اور شاہِ دہلی کوان کی آمد کی خبر دی، وہاں سے عہدہ قبول کرنے کی درخواست آئی، مگر آپ نے منظور نہیں فرمائی اور ملتان تشریف لے گئے، اور ملتان کے علاقے کھتوال میں سکونت اختیار کی، کھتوال اس وقت مشہور ضلع تھا، لیکن آج کل ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، شاہِ دہلی نے صوبہ ملتان کے حاکم کو پروانہ لکھ کر بھیجا جس میں آپ کے دادا کو عہدۂ قضاء کے قبول کرنے پر اصرار کیا گیا تھا، انہوں نے منظور فرمالیا۔

قاضی شعیب نے آپ کے والدمحترم شیخ جمال الدین کا نکاح ملاّ وجیہ الدین کی دختر نیک اختر خاتون سے کردیا، جن سے تین لڑکے پیدا ہوئے:

(۱)اعزالدین محمود (۲) فریدالدین مسعود (۳) نجیب الدین المتوکل۔

حضرت گنج شکر رحمہ اللہ اسی کھتوال میں سن ۵۶۹ھ کو پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم

حضرت شیخ فریدالدین نے ابتدائی تعلیم کھوتوال میں ہی اپنی والدہ محترمہ کی نگرانی میں پائی، جو بہت ہی ''صالحہ'' پارسا، اور کاملہ خاتون تھیں، مزید تعلیم کے لئے ملتان پہنچے جواس وقت ''قُبّۃُ الاسلام'' بنا ہوا تھا، ہر طرف علماء مشائخ اور بزرگانِ دین کا چرچہ تھا، علم دوست اور تقویٰ دار لوگوں کی چہل پہل تھی، اب بھی ان بزرگ ہستیوں کے دنیا سے رخصت ہوئے کئی سال گزر جانے کے بعد بھی ایک خاص قسم کی روحانیت نظر آتی ہے، باوجودیکہ شہروں میں لوگوں کا ہجوم اور گاڑیوں وغیرہ اور طرح طرح کی چیزوں کی کثرت ہوگئی ہے لیکن اس کے باوجود جب آدمی اس شہر میں وارد ہوتا ہے تو دل میں عجیب قسم کی طمانیت اور سکون ملتا ہے۔

الغرض حضرت گنج شکر رحمہ اللہ نے ملتان میں سرائے حلوانی کے پاس ایک مسجد میں قیام کیا، اور اسی مسجد میں مولانا منہاج الدین ترمذی سے فقہ کی کتاب ''نافع'' پڑھی، اور کلام پاک بھی حفظ کیا اور ہر رات ایک بار کلام مجید ختم کرتے تھے، ایک روز اسی مسجد میں نافع کتاب کا مطالعہ کررہے تھے کہ وہاں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تشریف لائے، تحیۃ المسجد پڑھی، اور شیخ فریدالدین کو پڑھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ کون سی کتاب ہے، شیخ فرید نے جواب دیا کہ نافع! تو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''نافع سے نفع ہوگا'' یہ سن کر خواجہ قطب الدین کے گرویدہ ہوگئے، اور عرض کی کہ میں تو آپ کی

نظرِ کیمیا کا محتاج ہوں، یہ کہہ کر اٹھے اور شیخ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور خواجہ صاحب نے سینے سے لگایا اور بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا۔

اس مجلس میں حضرت شیخ زکریا ملتانی رحمہ اللہ بھی موجود تھے، جب شیخ دہلی جانے لگے تو مرید نے بھی دہلی آنے کی تمنا ظاہر کی، لیکن شیخ نے علوم وفنون کی تکمیل کی تلقین فرمائی، اور اس موقع پر ایسے قیمتی کلمات کہے کہ جو آج ہر ایک شخص کے پلے باندھنے کے لائق ہیں، ''کہ بے علم درویش نہایت خطرناک اور نقصان دہ ہوتا ہے'' اور فرمایا کہ علم ظاہری بھی حاصل کرتے رہو اور اس علم کے بعد دہلی میں میرے پاس آؤ۔

حصولِ علم کیلئے اسفار

شیخ کی نصیحت کے بعد حضرت گنج شکر رحمہ اللہ قندھار جا کر پانچ سال تک علوم ظاہری حاصل کرتے رہے، اور اس کے بعد سیستان گئے، اور حضرت کے ملفوظات میں ہے کہ علوم ظاہری و باطنی کے حصول کیلئے غزنی، بغداد، بخارا، سیستان اور بدخشاں وغیرہ کی طرف بھی سفر کیا۔ بعض کتابوں میں آتا ہے کہ بیت المقدس میں بھی کچھ دنوں رہے ہیں۔

خلافت

حضرت شیخ گنج شکر رحمہ اللہ ایک مدت کی سیاحت کے بعد دہلی حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے ان کی اقامت کے لئے غزنین دروازہ کے پاس ایک جگہ منتخب کی جہاں وہ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہوگئے، اور ان کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ سے ملنے دہلی آئے تو شیخ فرید کو دیکھنے ان کے حجرے میں تشریف لے گئے، مگر شیخ فرید ضعف کی وجہ سے اٹھ نہ سکے حضرت خواجہ معین الدین رحمہ اللہ نے ان کے لئے دعا کی اور ان کو خلافت کی بشارت دی۔

چنانچہ خواجہ صاحب نے ان کو خلعت مرحمت فرمایا اور حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ نے بھی اپنی خلافت کی دستار ان کے سر پر باندھی۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ نے اس وقت یہ بھی نصیحت فرمائی کہ صاحبِ سجادہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دل کدورت، فحش گوئی، حسد اور آلائشِ دنیا سے پاک رہے، اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اہلِ سلوک کے لئے ضروری ہے کہ وہ کم سوئے، کم بولے، کم کھائے اور لوگوں سے کم ملے۔

قیام ہانسی و پاک پتن

شیخ کی صحبت میں پوری تعلیم پا چکے تو شیخ کے حکم سے دہلی سے ہانسی آئے۔

حضرت گنج شکر رحمہ اللہ ہانسی پہنچے تو کچھ دنوں کے بعد ایک دن خواب میں دیکھا کہ شیخ کا انتقال ہوگیا ہے، ہانسی سے پریشان ہوکر روانہ ہوئے تو وصال کے تیسرے دن دہلی پہنچے، دہلی میں اپنے شیخ سے رخصت ہوتے وقت انہوں نے نورِ بصیرت یا کشف سے اس کی پیشینگوئی بھی کی تھی کہ تم میری وفات کے تیسرے دن دہلی پہنچو گے۔

مزار مبارک کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھ کر قاضی حمید الدین ناگوری کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے شیخ کا خرقہ اور دوسری امانتیں حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کے حوالے کیں، تین چار دن کے بعد حضرت گنج شکر نے دہلی کو چھوڑنا چاہا تو لوگوں نے دہلی ہی میں قیام کرنے کی درخواست کی، مگر انہوں نے دہلی میں ٹھہرنا پسند نہیں کیا، اور ہانسی آ گئے لیکن یہاں بھی لوگوں کا ہجوم بڑھا تو پاک پتن [1] کی طرف بڑھ گئے، یہاں تنہائی اور سکون پایا، تو اسی کو مسکن بنالیا، لیکن کچھ دنوں کے بعد معتقدین کا ہجوم یہاں بھی بڑھا تو اس جگہ کو بھی چھوڑنا چاہتے تھے مگر شیخ نے خواب میں یہیں ٹھہرنے کی ہدایت کی اور ایک دن ہاتف غیبی نے بھی آواز دی کہ اے شیخ پریشان نہ ہو اور لوگوں کی جفا کاری کو برداشت کر، اس کے بعد سے ہر شخص کو ان کے پاس آنے کی عام اجازت تھی اور وہ ہجوم سے پریشان نہیں ہوتے تھے۔

کمال احتیاط

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ اپنے شیخ کی خاطر ویلہ [2] پکا کر لائے اور نمک ایک سبزی فروش سے ادھار لے کر ڈالا تھا، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ نے کھانے کے لئے پیالہ میں ہاتھ ڈالا تو ہاتھ میں گرانی محسوس ہوئی اور لقمہ اٹھا نہ سکے، فرمایا ''ازیں بوئے اسراف می آید'' یعنی اس کھانے سے اسراف کی بُو محسوس ہو رہی ہے، اور پوچھا کہ نمک کہاں سے لا کر ڈالا ہے؟ حضرت خواجہ نظام الدین نے لرزہ براندام ہوکر عرض کیا کہ قرض کا ہے، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ درویشوں کو فاقہ سے موت آ جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ لذتِ نفسانی کے لئے وہ مقروض ہوں، قرض اور توکل میں بُعد المشرقین (مشرق و مغرب

---

[1] پاک پتن کا پرانا نام اجودھن تھا، اکبر بادشاہ نے اس کا نام پاک پتن رکھا۔

[2] یہ ایک قسم کا پھل تھا، جس کا عام طور سے نمک اور سرکہ ملا کر اچار بناتے تھے،

کی دُوری) ہے، اگر کسی مقروض درویش کو اچانک موت آجائے تو قیامت میں اس کی گردن قرض کے بوجھ سے جھکی رہے گی، یہ کہہ کر پیالہ کو غرباء میں تقسیم کر دینے کا حکم دیا۔

تصنیفات: حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کی تصنیفات میں ان کے ملفوظات کے دو مجموعے ہیں راحت القلوب اور اسرار الاولیاء، راحت القلوب کو نظام الدین اولیاء اور اسرار الاولیاء کو حضرت بدر اسحاق رحمہما اللہ نے مرتب کیا ہے، دونوں بزرگ حضرت کے خلیفہ تھے۔

حضرت نے تصوف کی کچھ اصطلاحات کی تعریف ایسی جامع کی ہے کہ جس کو تصوف سے کچھ تعلق ہے اس کے لئے نہایت عمدہ اور مفید ہیں، ان میں سے بعض کی تعریف ملاحظہ ہو:

سماع: یہ اہل محبت کے دل میں حرکت پیدا کرتا ہے، اور حرکت کے بعد حیرت، حیرت کے بعد ذوق اور ذوق کے بعد بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے، اس بے ہوشی میں وہ ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اگر اس وقت اس کے سر پر ہزاروں تلواریں چلیں تو بھی اس کو خبر نہ ہو۔

کرامت: کرامت کا اظہار کرنا مشائخ نے پسند نہیں کیا ہے، کیونکہ اس سے نفس میں تکبر پیدا ہوتا ہے۔

معرفت: معرفت کی تعریف یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کو اپنی معرفت حاصل نہیں ہوتی وہ دوسروں کے پیچھے مبتلا رہتا ہے، لیکن جب اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت ہو جاتی ہے، تو پھر اس کو ایسا استغراق ہو جاتا ہے کہ اگر اس کے پاس ہزاروں فرشتے بھی آئیں تو ان کی طرف کن اکھیوں سے بھی نہ دیکھے اور اگر اس کو آنے کی خبر ہو جائے تو وہ کاذب و دروغ گو ہے۔

صوفی: وہ ہے کہ جس کے دل میں اتنی صفائی ہو کہ اس کے صفائے قلب کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے، تصوف مولیٰ کی صفائے دوستی کا نام ہے۔

اظہارِ کشف: خواجگان چشت کے مسلک کے مطابق صوفی کو کشف کے اظہار سے منع کیا ہے، لیکن وہ راہِ سلوک کے تمام مقامات کو طے کر لے، تو اس کے اظہار میں کوئی حرج بھی نہیں۔ [1]

شریعت کی پابندی: نماز کے متعلق اپنے مریدین کو تلقین فرماتے کہ اگر دو آدمی بھی ہوں تو جماعت قائم کر لینی چاہیے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ جب آدمی تین باتوں سے اجتناب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے تین چیزیں اٹھا لیتا ہے، اوّل جو شخص زکوٰۃ نہیں دیتا تو اللہ تعالیٰ اس کے مال سے برکت اٹھا لیتا ہے، دوم جو شخص

---

[1] کشف ایک غیر اختیاری چیز ہے، اور جب سلوک کے تمام مقامات طے کر لے گا تو کشف کے اظہار کو بھی ضروری نہ سمجھے گا۔

قربانی نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس سے عافیت چھین لیتا ہے، سوم جو شخص نماز نہیں پڑھتا اللہ تعالیٰ مرنے کے وقت اس سے ایمان کو جدا کر دیتا ہے۔

اہل دولت سے کنارہ کشی: شیخ بدرالدین غزنوی رحمہ اللہ (حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے) کے لئے دہلی میں بادشاہ کے کسی قریبی نے خانقاہ بنوائی اور وہاں راحت کا ہر سامان مہیا کیا، کچھ دنوں بعد شاہی حکام نے اس خانقاہ کے بنوانے والے کو پیسے کی خُرد بُرد کے الزام میں گرفتار کرلیا، جس سے شیخ بدرالدین کی راحت میں بھی خلل واقع ہوا، انہوں نے حضرت شیخ کی خدمت میں ایک رقعہ تحریر کیا، کہ شاہی حکام سے سفارش کی جائے، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ نے رقعہ پڑھکر جواب میں لکھا کہ:

> ''عزیز الوجود کا رقعہ پہنچا، اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی اور جو کچھ اس میں درج تھا اس سے آگاہی ہوئی، جو کوئی اپنی روش پر چلے گا وہ ضرور ایسی حالت میں گرفتار ہوگا جس سے ہمیشہ بے چین رہے گا آپ تو پیران پاک کے معتقدوں میں ہیں، پھر ان کی روش کے خلاف خانقاہ کیوں بنوائی اور اس میں کیوں بیٹھے حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے پیر بے نظیر خواجہ معین الدین کی روش اور عادت تو یہ نہیں رہی کہ اپنے لئے خانقاہ بنا کر دوکانداری کریں، ان کا شیوہ تو گمنامی اور بے نشانی کا رہا''

وفات: ۵محرم بروز منگل ٦٦٤ھ کو وفات پائی، وفات کے وقت گھر میں بے سروسامانی تھی، حتی کہ کفن کے لئے بھی کپڑا میسر نہ تھا، تو کسی نیک دل خاتون نے اپنی سفید چادر نذر کی، جس میں ان کو کفن دیا گیا۔ **اللھم اغفر له وارحمه وانزل علی مرقده رحمةً واسعةً**

خلفاء: سیر الاقطاب میں جن خلفاء کے نام دیئے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

شیخ علاء الدین علی احمد صابر، شیخ نظام الدین اولیاء، شیخ جمال ہانسوی، شیخ زین الدین دمشقی، شیخ علی شکرریز، شیخ محمد سراج، شیخ عارف سیستانی، مولانا داؤد پایلی۔

ان خلفاء میں سے تین سے سلسلے جاری ہوئے:

حضرت شیخ نظام الدین سے نظامیہ، حضرت علاء الدین صابر سے صابریہ، اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی سے جمالیہ، لیکن کچھ دنوں کے بعد جمالیہ سلسلۂ نظامیہ میں مدغم ہوگیا۔

(ماخوذ از تاریخ فرشتہ، تاریخ مشائخ چشت، مجالس صوفیہ، اولیائے پاک وہند)

پیارے بچو! مولانا محمد امجد حسین

اعمال کا ثمرہ اور نتیجہ

پیارے بچو! انسان کا کوئی کام اور کوئی خیال ایسا نہیں جو بے حد وحساب نتیجے پیدا نہ کرتا ہو انسان کے اچھے اعمال وافعال بھی اور برے اعمال وافعال بھی یعنی نیکی بدی دونوں ہمیشہ باقی رہتے اور اپنے نتیجے پیدا کرتے رہتے ہیں کائنات کے نظام اور انسانی زندگی میں غور وفکر کی عادت نہ ہونے اور سرسری نظر اور سطحی سوچ رکھنے کی وجہ سے یہ نتیجے ہمیں نظر نہیں آتے یا بہت معمولی حد تک نظر آتے ہیں۔

نکمّے سے نکمّا اور ادنیٰ سے ادنیٰ انسان بھی ہو اس کے قول وفعل کے اثرات بھی اس کے ماحول اور زمانے سے لے کر دور دور تک اور دیر دیر تک رہتے ہیں، یہ اثرات مادی اور روحانی دونوں طرح کے ہیں، اس کائنات میں کوئی کسی سے جدا نہیں سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کے محتاج ہیں، ہر انسان ہر فرد بشر اپنی بداعمالیوں سے دنیا کی بدیوں اور نیک اعمالیوں سے دنیا کی نیکیوں کی تعداد اور مقدار بڑھاتا رہتا ہے، بدیوں سے دنیا کا ماحول اور نظام خراب ہوتا ہے، جس کے اثرات خود پھر انسان کو بھی بھگتنے پڑتے ہیں اور انسان کے ساتھ ساتھ دوسری ساری مخلوقات بے چارے مفت میں انسان کی بداعمالیوں کے برے اثرات بھگتتے ہیں اس وجہ سے وہ پھر انسان کو بددعائیں دیتے ہیں اور اس پر لعنت بھی کرتے ہیں، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ، خیانت، شرابیں پینا، بے حیائی کے کام کرنا، ظلم وفساد اور اسی طرح اور گناہ ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، غصہ فرماتے ہیں، قحط سالی، زلزلے، طوفان، سیلاب، قسم قسم کی بیماریاں اور وبائیں بھیجتے ہیں جن کی زد میں انسان، حیوان، درند پرند سب آتے ہیں، اسی طرح ہمارے اعمال کا اثر ہمارے زمانے میں پھیلتا ہے اور آنے والے زمانوں میں آنے والی نسلوں تک بھی پہنچتا ہے، بلکہ خود ہر انسان اور اس کے اچھے برے حالات اپنے سے پہلے لوگوں کے اعمال وافعال کا نتیجہ ہیں اور صدیوں کی محنت وکوشش کا پھل ہیں، پس کسی انسان کا کوئی کام وکلام قول اور فعل فنا نہیں ہوتا، مٹتا نہیں، انسان زندگی گزار کر دنیا سے چلا جاتا ہے مر جاتا ہے اس کا جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے اس کے بدن کے ذرّے مٹی میں منتشر ہو جائیں، ہواؤں میں بکھر جائیں، یا دریاؤں، سمندروں میں گھل مل جائیں لیکن یہ جو جو عمل خواہ اچھے ہوں یا برے، کام ہو یا کلام، عمل ہو یا طرزِ عمل، اپنی ساٹھ ستر سالہ یا کم

وزیادہ گذری ہوئی زندگی میں کر کے گیا ہے ان میں ایک ایک عمل نسل درنسل اور سالہا سال تک اثرات اور ثمرات پیدا کرتا رہے گا، اگر انسان اس مضمون کو خوب سوچے، بچہ بچپن سے ہی اپنی ذات، زندگی اور دنیا کے نظام کے بارے میں غور وفکر کی عادت ڈالے تو اسے معلوم ہو جائے کہ وہ بظاہر ایک فرد ہے لیکن اس کی ذات اور اس کے اعمال وافعال کی اتنی وسیع کائنات کے اتنے پھیلے ہوئے نظام میں کتنی اہمیت ہے وہ کائنات کی اس بڑی اور بہت ہی بڑی مشین کے پرزوں میں سے ایک پرزہ ہے جس کی ویسی ہی اہمیت ہے جو کسی بھی مشین اور انجن کے چھوٹے بڑے پرزوں میں سے ہر پرزے کی ہوتی ہے ایسے ہی غور وفکر کے بعد انسان کے اندر نیک عملوں کا ذوق وشوق اور اہتمام اور برے عملوں سے پرہیز اور ان کا خوف پیدا ہوسکتا ہے کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

''اس جہاں کے ایک ایک ذرہ میں انسان کی بھلائی برائی کا اثر موجود رہتا ہے اور ہمیشہ رہے گا، ہوا ایک کتب خانہ ہے جس میں (پہلے انسان سے آج تک) ہر انسان کے الفاظ لکھے رکھے ہیں وہ کُل وعدے جو وفا نہ ہوئے وہ تمام سخت الفاظ جو منہ سے نکالے گئے وہ تمام گالیاں جو دی گئیں سب کا نقش (سب کا ریکارڈ) ہوا میں موجود ہے صرف ہوا ہی نہیں بلکہ زمین، سمندر اور تمام چیزیں انسان کے افعال اور خیالات پر گواہ ہیں'' (مولوی اسمٰعیل میرٹھی موحوم)

غرضیکہ حق تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے تو ہماری ساری زندگی کی کارکردگی، کارگذاری اور ہمارے قول وفعل کا ریکارڈ رکھنے کا پورا پورا فول پروف انتظام کیا ہے، اوّل تو اللہ تعالیٰ خود سمیع، بصیر، خبیر، علیم، قدیر ہیں سب کچھ دیکھ، سُن رہے ہیں۔

پھر ہر انسان پر دو فرشتے کراماً کاتبین اس کے اعمال لکھنے پر مقرر کئے ہیں، تیسرے زمین کے چپّے چپّے اور ذرّے ذرّے کو کیمرہ اور ریکارڈر بنایا ہے اور اس میں ریکارڈنگ کی صلاحیت رکھی ہے، چوتھے خود ہمارے اعضائے جسم کے اندر ریکارڈنگ کی صلاحیت ہے، اور ساری فضا اور خلا ریکارڈ روم ہے، اتنے سارے جاسوس، کیمروں اور ریکارڈوں سے ہمارا سابقہ ہے، اور پھر بڑے دن میں بڑی عدالت میں پیشی ہے وہاں پر سارا ریکارڈ، سارے گواہ موجود ہوں گے، اور ہر قول وفعل کی جانچ پڑتال ہوگی، اور ثواب یا عذاب کے فیصلے ہوں گے تو اب سوچ میرے بھائی کیا کرنا چاہئے، کیا نہ کرنا چاہئے؟

اس نظر سے دیکھ کر اب کر تو فیصلہ — کہ کیا کیا تو چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے

یہ گھڑی حشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے — پیش کر غافل عمل اگر کوئی دفتر میں ہے

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

خواتین کے لباس کے شرعی احکام (قسط۴)

لباس کا ایک اہم اصول

معزز خواتین! لباس کے سلسلے میں ایک اہم اصول یہ ہے کہ لباس کا انتخاب کرتے وقت تشبہ اور مشابہت سے بچنے کا لحاظ رکھا جائے۔

اس بارے میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''ایسا لباس پہننا جس کو پہن کر انسان کسی قوم کا فرد نظر آئے ،اور اس مقصد سے وہ لباس پہنے تا کہ میں ان جیسا ہو جاؤں اس کو شریعت میں ''تشبہ'' کہتے ہیں ،دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ کسی غیر مسلم قوم کی نقالی کی نیت سے کوئی لباس پہننا اس سے قطع نظر کہ وہ چیز ہمیں پسند ہے یا نہیں؟ وہ اچھی ہے یا بری ہے؟ لیکن چونکہ فلاں قوم کی نقالی کرنی ہے بس ان کی نقالی کے پیشِ نظر اس لباس کو اختیار کیا جا رہا ہے، اس کو ''تشبہ'' کہا جاتا ہے'' (اصلاحی خطبات ج۵ص۲۸۷)

تشبہ اور مشابہت میں فرق

تشبہ اور مشابہت دونوں کے مفہوم میں یہ فرق ہے کہ کوئی شخص (مرد یا عورت) کسی قوم کا فرد نظر آنے کے ارادے سے ان جیسا کام کرے یعنی وہ کام کرنے سے اس کا مقصود یہ ہو کہ میں دیکھنے والوں کو فلاں قوم کا فرد نظر آؤں، تو یہ تشبہ ہے۔

اور اگر کسی شخص (مرد یا عورت) نے کوئی عمل کسی قوم کا فرد معلوم ہونے کے ارادے سے نہیں کیا بلکہ اس سے خالی الذہن ہو کر محض اپنی عادت کی وجہ سے یا کسی اور غرض سے کوئی عمل کیا لیکن اس عمل سے کسی خاص قوم کے ساتھ خود بخود مشابہت پیدا ہو گئی ،یعنی گو کہ اس نے اس عمل سے اس قوم کا فرد دکھائی دینے کا ارادہ نہیں کیا لیکن اس عمل سے ظاہری نظر میں دیکھنے والوں کو اسی قوم کا فرد دکھائی دیا تو یہ مشابہت کہلاتی ہے۔

تشبہ اور مشابہت کی مثال

مثال کے طور پر آجکل خواتین میں ایک فیشن یہ چلا ہوا ہے کہ وہ اپنی شلوار ٹخنوں سے اونچا رکھتی ہیں، اب اگر کوئی خاتون اس ارادے سے شلوار ٹخنوں سے اونچا رکھتی ہے کہ میں بھی فیشن ایبل اور ماڈرن خواتین جیسی نظر آؤں تو یہ تشبہ ہے اور اگر کسی خاتون کا یہ ارادہ نہیں ہے اس سے خالی الذہن ہوکر یا کسی ضرورت کے تحت شلوار ٹخنوں سے اونچا کرلیتی ہے تو یہ مشابہت کہلائے گی، کیونکہ اس صورت میں بھی بظاہر وہ عورت انہی عورتوں جیسی دکھائی دے گی۔

تشبہ اور مشابہت کی قسمیں

لباس کے باب میں مشابہت کی ایک قسم تو یہ ہے کہ کوئی خاتون کسی غیر مسلم قوم کی مشابہت والا لباس پہنے مثلاً کوئی خاتون شلوار کی بجائے پتلون پہنے یا قمیض کی بجائے فراک پہن لے کہ ان لباسوں سے غیر مسلم قوم کی مشابہت لازم آتی ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی خاتون کسی فاسق فاجر خاتون کی مشابہت والا لباس پہنے مثلاً کسی رقاصہ یا گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی عورت جیسا لباس پہنے، جس کے پہننے سے وہ دیکھنے والوں کو رقاصہ یا گلوکارہ دکھائی دے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ مروجہ فیشن والے لباسوں میں سے کوئی لباس پہننا کیونکہ اس میں عام معاشرے کی فاسق وفاجر خواتین سے مشابہت ہوتی ہے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ کوئی خاتون مردوں کی مشابہت والا لباس پہنے جیسے مردانہ طرز کی قمیض، شلوار وغیرہ

تشبہ اور مشابہت سے بچنے کا حکم

حضور اقدس ﷺ نے کسی غیر قوم کی نقالی پر بڑی سخت وعید ارشاد فرمائی ہے

چنانچہ ارشاد ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد)

یعنی جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے (یعنی ان کی نقالی کرے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے) تو وہ انہی میں سے ہے (گویا کہ وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے اسی قوم کا ایک فرد ہے اس لئے کہ یہ شخص

انہی کو پسند کر رہا ہے، انہی سے محبت رکھتا ہے، انہی جیسا بننا چاہتا ہے تو اب اس کا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا)

لہذا خواتین کو چاہیے کہ لباس ہو یا کوئی اور عمل کسی بات میں غیر قوم کی مشابہت ہرگز اختیار نہ کریں۔

اسی طرح ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی اُن مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں (یعنی ان کی سی شکل وہیئت ، ان کا سا لباس اور ان کا انداز اپنائیں) اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں (یعنی ان کی سی شکل وہیئت بنائیں، ان کا سا لباس اور طرز و انداز اختیار کریں) (صحیح بخاری)

تشریح: اس حدیث میں خصوصیت سے لباس کا (اگرچہ) کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ مطلق تشبہ پر لعنت فرمائی گئی ہے لیکن تشبہ کی بہت نمایاں صورت یہی ہے کہ مرد زنانہ لباس پہن کر اور عورتیں مردانہ لباس اپنا کر اپنی فطرت کے تقاضوں سے بغاوت کریں (ماخوذ از معارف الحدیث ج ۶ ص ۲۹۴)

ایک اور حدیث میں یوں ارشاد ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ ﷺ اَلرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَۃَ الْمَرْأَۃِ وَالْمَرْأَۃَ تَلْبَسُ لِبْسَۃَ الرَّجُلِ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو زنانہ لباس پہنیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنیں (ابوداؤد)

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے پہلی حدیث سے بالعموم اور دوسری حدیث سے بالخصوص یہ بات وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ خواتین کو مردوں جیسا لباس پہننا جائز نہیں بلکہ موجبِ لعنت ہے

خلاصہ یہ کہ خواتین کو لباس کا انتخاب کرتے وقت اور باتوں کے ساتھ ساتھ اس بات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ ان کا لباس کافر، فاسق و فاجر، اور فیشن ایبل خواتین کے مشابہ بھی نہ ہو اور مردوں کے مشابہ بھی نہ ہو۔ واللہ الموفق

(جاری ہے..........)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

ایصالِ ثواب سے متعلق چند منکرات و بدعات

فوتگی کے بعد مروّجہ دعوتیں اور ایصالِ ثواب

سوال:...... آج کل بعض علاقوں میں جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو تیسرے یا چالیسویں دن یا سال پورا ہونے پر جاننے والے اور برادری کے لوگوں کو جمع کر کے کھانا کھلایا جاتا ہے، اور اس کو ایصالِ ثواب کا عنوان دیا جاتا ہے؛ کیا ایسا کرنا جائز ہے، اور اس طرح ایصالِ ثواب ہوتا ہے؟

جواب:...... **اوّلاً** تو شریعت نے ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن و تاریخ متعین نہیں کی، بلکہ اس سلسلے میں اختیار دیا ہے کہ جس دن، جس تاریخ اور جس وقت میں بھی اخلاص کے ساتھ میت کے لیے دعا واستغفار کیا جائے یا کوئی صدقہ وخیرات کر کے یا کوئی بھی نیک عمل کر کے اُس کا میت کو ایصالِ ثواب کر دے، تو جائز ہے، اور شریعت کی طرف سے کسی خاص دن و تاریخ میں ایصالِ ثواب کی تخصیص و تاکید و ترغیب نہیں آئی۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ شریعت نے انتہائی سادہ اور آسان بتلایا ہے اس میں نہ دن (مثلاً جمعرات وغیرہ) کی قید ہے، نہ تاریخ (مثلاً تیجے، چالیسویں وغیرہ) کی قید ہے، نہ کسی جگہ (مثلاً میت کے گھر) جمع ہونے کی قید ہے اور نہ ہی کسی عمل (مثلاً کھانے) کی قید ہے بلکہ جو بھی نیک عمل جس دن، جس وقت اور جس جگہ بھی خلوص کے ساتھ کیا جائے اس کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے اس لئے کسی کی وفات کے موقع پر جمعرات، دسویں اور چالیسویں وغیرہ کا مروجہ طریقے پر اہتمام کرنا بدعت اور سخت گناہ ہے نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق ہے۔

دوسرے ایصالِ ثواب کے لیے جو عمل کیا جائے، اُس میں اخلاص ہونا ضروری ہے، کیونکہ اخلاص کے بغیر خود عمل کرنے والے ہی کو ثواب حاصل نہیں ہوتا، پھر وہ دوسرے کو کیسے ایصالِ ثواب کر سکے گا۔

اور مشاہدہ یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کے عنوان سے اس طرح کی تقریبات صرف رسم و رواج کے طور پر منعقد کی جاتی ہیں، اور اکثر و بیشتر نام آوری پیشِ نظر ہوتی ہے، اور اس کی خلاف ورزی پر لوگوں کی ملامت اور

لعن طعن کا خوف ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کی تقریبات میں اخلاص بھی نہیں ہوتا، بلکہ ریا کاری اور نام آوری پیشِ نظر ہوتی ہے، اور جب اخلاص نہ رہا اور اس سے بڑھ کر نام آوری پیشِ نظر ہوگئی تو اس میں ایصالِ ثواب تو کُجا، خود یہ عمل کرنے والے گناہ کے مُرتکب ہوتے ہیں۔

اگر اخلاص کے ساتھ عمل کرنا مقصود ہے تو اس کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے، خاموشی کے ساتھ دعا واستغفار، صدقہ وخیرات اور کوئی بھی نیک عمل کر کے میت کو نفع پہنچایا جاسکتا ہے؛ کیونکہ اخلاص کے لئے چھپ کر عمل کرنا زیادہ مناسب اور افضل ہے۔ مگر یہ لوگ اس طرح عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے جو اخلاص وریا کاری کی پہچان کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

تیسرے اگر کھانے وغیرہ کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کرنا مقصود ہے تو اس کے اصل مستحق فقراء ومساکین ہیں، اور مرَوَّجہ تقاریب میں غرباء ومساکین کو شامل کرنے کے بجائے رشتہ داروں اور جاننے والے اُمراء واغنیاء کو شریک کیا جاتا ہے، غریبوں کو کوئی پوچھتا نہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

> مُردہ کا کھانا صرف غرباء کے لئے ہے، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے (احکامِ شریعت حصہ۲ص۱۵۳)

چوتھے فوتگی کے بعد خود دعوتوں کا سماں بنانا ہی شرعاً منع ہے، کیونکہ دعوتیں خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہیں، غمی کے موقعے پر دعوتوں کا کیا کام؟

بلکہ اس طرح کی دعوتوں کا سماں بنانے میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔

مشہور مؤرخ علامہ البیرونی لکھتے ہیں ''کہ اہل ہنود کے نزدیک جو حقوق میت کے وارث پر عائد ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ضیافت کرنا اور یوم وفات سے گیارہویں اور پندرہویں روز کھانا کھلانا، اسی طرح اختتامِ سال پر کھانا کھلانا ضروری ہے'' (المنہاج ص۲۴۰) (خیر الفتاویٰ ج۱ص۵۵۶)

مشہور نومسلم مولانا عبید اللہ صاحب سابق ''اننت رام'' لکھتے ہیں کہ:

> ''برہمن کے مرنے کے بعد گیارھواں دن اور کھتری کے مرنے کے بعد تیرھواں دن اور دیش یعنی بنئے وغیرہ کے مرنے کے بعد پندرھواں یا سولہواں دن اور شودر یعنی بالدھی وغیرہ کے مرنے کے بعد تیسواں یا اکتیسواں دن مقرر ہے۔ ازاں جملہ ایک دن سدھ کا ہے مردے کے

مرجانے سے چار برس پیچھے، ازاں جملہ اسوج کے مہینے کے نصفِ اوّل میں ہر سال اپنے بزرگوں کوثواب پہنچاتے ہیں لیکن جس تاریخ میں کوئی مرا، اس تاریخ میں ثواب پہنچانا ضروری جانتے ہیں اور کھانے کے ثواب پہنچانے کا نام سرادھ ہے، اور جب سرادھ کا کھانا تیار ہوجائے تو اول اس پر پنڈت کو بلوا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے وہ ان کی زبان میں ابھشر من کہلاتا ہے اور اسی طرح اور بھی دن مقرر ہیں'' (تحفۃ الہندص۹۱)(راہِ سنت ۲۶۰، ۲۶۱)

حدیث میں ہے:

''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' (ابوداؤدفی اللباس،ومسنداحمد)

ترجمہ: جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ اسی میں شمار ہوگا (ابوداؤد، مسند احمد)

اور ایک حدیث میں ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا (ترمذی فی الاستئذان والآداب)

ترجمہ: جس نے غیروں کے ساتھ مشابہت کی وہ ہم میں سے نہیں (ترمذی)

پانچویں صدقہ وخیرات کے لیے کھانا پکانا ضروری نہیں، بلکہ صدقہ ضرورت مند غریب کو نقد روپیہ پیسہ دے کر، اُس کو کھانا کھلا کر یا کپڑے دے کر یا کوئی بھی ضرورت کی چیز دے کر ہر طرح سے جائز ہے۔

اور صدقہ نقدی کی صورت میں دینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں اخلاص بھی زیادہ ہے کہ چھپا کر دینا آسان ہے اور غریبوں کے لئے زیادہ مفید بھی ہے، کہ اس سے ذریعے سے غریب اپنی مختلف قسم کی ضروریات پوری کرسکتا ہے۔

چھٹے صدقے کی قبولیت کے لیے مال کا حلال ہونا ضروری ہے، اور عام طور پر اس طرح کی تقریبات میں اخراجات میت کے مشترک ترکے سے ادا کیے جاتے ہیں، جبکہ اس میں دوسرے وارثوں کا بھی حصہ ہوتا ہے، جن کی اجازت اس میں شامل نہیں ہوتی، بعض ورثاء تو موجود ہی نہیں ہوتے، اور اگر موجود بھی ہوں تو بھی اگر ظاہری طور پر وہ اعتراض نہ کریں تب بھی خوشدلی ملحوظ نہیں ہوتی، اور مسلمان کی خوشدلی کے بغیر اس کا مال استعمال کرنا جائز نہیں، اور اگر وارثوں میں بعض نابالغ بھی ہوں تو اُن کی اجازت بھی معتبر نہیں؛ لہٰذا میت کے مشترک ترکے سے یہ اخراجات کرنا اخلاص ہوتے ہوئے بھی جائز نہیں، اور اگر

Idara Ghufran

وارث راضی بھی ہوں مگر میت پر کوئی قرض وغیرہ ہوتو اُس کی ادائیگی ان سب چیزوں سے مقدم ہے۔ اور اخلاص نہ ہونے کی صورت میں وارث راضی بھی ہوں تب بھی وہ گناہ سے نہیں بچ سکتے، اور میت کو ایصالِ ثواب بھی نہیں ہوتا۔

ساتویں اس رسم میں کھانے پکانے کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ اگراس کے بجائے کسی اور طرح یا کسی اور چیز سے ایصالِ ثواب کرنے کو کہا جائے تو کوئی شخص اس کے لئے تیار نہ ہو۔ چنانچہ اگرکسی کو بتلایا جائے کہ آپ اس رسم کے بجائے خاموشی کے ساتھ صرف تلاوت یا ذکر یا نوافل پڑھ کر ایصالِ ثواب کردیں (جبکہ اس عمل میں غریبوں کے لئے بھی آسانی ہے کہ وہ مال خرچ کئے بغیر اس طرح ایصالِ ثواب کرسکتے ہیں) تو اول تو کوئی اس کے لئے تیار نہ ہو۔ اسی طرح اگرکسی کو بتلایا جائے کہ اس رسم کے بجائے کسی دوسری طرح خاموشی کے ساتھ مالی عبادت انجام دے کر ایصالِ ثواب کردیں، مثلاً کسی مسجد یا مدرسہ یا کسی اور دینی یا رفاہی کام میں اتنی ہی رقم لگادیں جو کہ نہ صرف صدقہ ہوگی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر صدقۂ جاریہ ہوگی اور اس صدقۂ جاریہ کا ثواب یقیناً اس کھانے پینے سے زیادہ ہوگا جو چند گھنٹوں بعد ناپاکی میں تبدیل ہوکر بیت الخلاء کی نذر ہوجاتا ہے، یا اس کے بجائے خاموشی کے ساتھ غریبوں کا اس طرح تعاون کیا جائے کہ جس میں ان کی ضروریات کا لحاظ کیا جائے، مثلاً اگرکسی غریب کو لباس کی ضرورت ہے تو اس کو لباس فراہم کیا جائے، اگرکسی ضرورت مند کو دوا کی ضرورت ہے تو دوا فراہم کی جائے، اگرکسی غریب کو علاج، معالجہ کی سہولت درکار ہے تو اس کے لئے اس کا انتظام کیا جائے، اگرکسی مسافر کو کرایہ کی ضرورت ہے تو اس کی یہ ضرورت پوری کی جائے، یا اس کے بجائے غریبوں کو رقم فراہم کردی جائے، جس سے غریب اور ضرورت مند اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے اور ایک کے بجائے کئی ضروریات پوری کرسکتا ہے اور آج کے بجائے کل پیش آنے والی ضروریات کے لئے بھی اس کو محفوظ رکھ سکتا ہے، اور اپنی ضروریات کے علاوہ اپنے بیوی، بچوں کی ضروریات میں بھی اس رقم کو خرچ کرسکتا ہے، اور اس میں اخلاص کی رعایت بھی زیادہ ہے۔ تو اس طرح ایصالِ ثواب کرنے کے لئے بھی کوئی آمادہ نہ ہو۔

جبکہ ایصالِ ثواب کے جو طریقے ہم نے اوپر ذکر کیے، اُن میں اور مروّجہ رسم میں کئی اعتبار سے فرق ہے، چنانچہ :

(۱)......اس رسم میں سب کو کھانے کا پابند کردیا جاتا ہے۔ اور مندرجہ بالا طریقوں میں اس طرح کی

پابندی نہیں ہوتی۔

(۲)......اس رسم میں غریب اپنی مختلف ضروریات پوری نہیں کرسکتا۔اور مندرجہ بالا طریقوں میں یہ تنگی نہیں پائی جاتی۔

(۳)......اس رسم میں غریب اپنی آئندہ کی ضروریات پوری نہیں کرسکتا، کیونکہ غریب کے لئے کھانے کومحفوظ رکھنا مشکل ہے۔اور مندرجہ بالا طریقوں میں رقم محفوظ رکھ کر بآسانی یہ ضروریات پوری کرسکتا ہے

(۴)......اس رسم میں غریبوں کو مال کا مالک نہیں بنایا جاتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ وہیں رہتے ہوئے اسی وقت کھانے کا پابند کیا جاتا ہے۔اور مندرجہ بالا طریقوں میں غریبوں کو مالک بنا کر ہر جگہ اور ہر وقت اپنی ضرورت پوری کرنے کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔

(۵)......اس رسم میں غریب کوخود کھانے کا پابند کیا جاتا ہے۔اور مندرجہ بالا طریقوں میں غریب اپنے بجائے اپنے بیوی بچوں کی ضروریات بھی پوری کرسکتا ہے۔

(۶)......اس رسم میں صدقۂ جاریہ کی صورت نہیں پائی جاتی۔اور مندرجہ بالا طریقوں میں اس نعمت سے بآسانی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۷)......اس رسم میں صرف پیسے والے لوگ شریک ہوسکتے ہیں۔اور مندرجہ بالا طریقوں میں امیر وغریب ہر شخص نیک عمل سے خود فائدہ اٹھاسکتا ہے۔

(۸)......اس رسم میں عموماً اخلاص کے بجائے ایک طرح سے رسم پوری کرنا اور اپنا نام اونچا کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔اور مندرجہ بالا طریقوں میں رسم کے بجائے حقیقت اور دکھلاوے کے بجائے اخلاص کا لحاظ ہوتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے جس طرح کسی تاریخ کو متعین نہیں کیا، اسی طرح کھانے یا اس کی کسی خاص قسم کو بھی متعین یا لازم نہیں کیا، بلکہ شریعت نے ایصالِ ثواب میں بہت سہولت اور آسانی رکھ دی ہے، چنانچہ ایصالِ ثواب کے لئے مالی عبادات (صدقہ، خیرات وغیرہ) کو لازم نہیں کیا، بلکہ مالی عبادت کے علاوہ جانی عبادات (تلاوت، ذکر، تسبیحات، نوافل وغیرہ) کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کی بھی اجازت دی ہے۔اور جب اس بارے میں اتنی سہولت ہے تو ایصالِ ثواب کے عمل کو مالی عبادت کے ساتھ خاص کرنا بذاتِ خود دین میں زیادتی ہے، اور پھر اوپر سے مالی عبادت کو بھی کھانے تک محدود کردینا یہ دین میں زیادتی در زیادتی ہے۔

لہٰذا عافیت اور سلامتی والا راستہ یہ ہے کہ اس طرح کی تقاریب کو ترک کر دینا چاہیے، اور اخلاص کے ساتھ جو کچھ اپنی حلال ملکیت سے خاموشی کے ساتھ صدقہ خیرات کی توفیق ہو، وہ کر دیا جائے اور میت کے لیے خاموشی کے ساتھ جمع ہوئے بغیر دعا و استغفار کا اہتمام کیا جائے، جس میں روپیہ پیسہ بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ایصالِ ثواب کے کھانے پر ختم پڑھوانا

سوال: ...... بعض لوگوں میں دستور ہے کہ کسی مسلمان کے فوت ہونے کے بعد جب اُس کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے کھانا وغیرہ تیار کیا جاتا ہے، تو اس کھانے پر کچھ پڑھوایا جاتا ہے۔ اور اس کو بعض لوگ ''فاتحہ شریف'' اور بعض ''ختم شریف'' کہتے ہیں۔

جواب: ...... اگرچہ بظاہر یہ عمل اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن شرعاً اس میں بھی کئی برائیاں موجود ہیں، جن کی وجہ سے یہ عمل شرعاً عبادت سے نکل کر گناہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اوّلاً تو ایصالِ ثواب کے لئے کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ بغیر پڑھے صدقہ کر دینے سے ثواب پہنچ جاتا ہے۔ فاتحہ وغیرہ پڑھنے کو ایصالِ ثواب کی شرط سمجھنا ایک ایسی شریعت ہے جو قرآن وحدیث سے کہیں ثابت نہیں اور حدیث میں ہے ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا فَهُوَ رَدٌّ '' یعنی جو شخص ہمارے دینی کاموں میں اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیدا کرے وہ مردود ہے (مشکوٰۃ) (امداد المفتین ص ۱۷۲، کتاب السنّت والبدعت)

آنحضرت ﷺ اور سلف صالحین میں اس کا رواج نہیں تھا۔ اس لئے بلاشبہ یہ طریقہ خلافِ سنت ہے، جو چیز خلافِ سنت ہو اس کا چھوڑنا ضروری ہے، اگر شریعت کی نظر میں یہ طریقہ اچھا ہوتا تو سلفِ صالحین اس سے محروم نہ رہتے۔

دوسرے عام لوگوں کا خیال ہے کہ جب تک اس طرح ختم نہ پڑھا جائے اس کا ثواب نہیں پہنچتا، بہت سے لوگوں سے آپ نے یہ فقرہ سنا ہوگا۔ ''مر گیا مردود، نہ فاتحہ نہ درود'' یہ خیال ایک سنگین غلطی ہی نہیں، بلکہ اللہ اور رسول کے مقابلے میں گویا نئی شریعت بنانا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ نہیں بتایا۔ اور نہ سلف صالحین نے اس پر عمل کیا، اب دیکھئے کہ جو حضرات یہ فقرہ دہراتے ہیں ''مر گیا مردود نہ فاتحہ نہ درود'' اس کا پہلا نشانہ کون بنتا ہے ....؟ پس یہ کیسی دینداری ہے کہ ایک نئی

بدعت گھڑ کر ایسے فقرے چست کئے جائیں جن کی زد میں سلف صالحین آتے ہیں، اوران اکابر کے حق میں ایسے ناروا الفاظ استعمال کئے جائیں۔

کہا جاتا ہے کہ اگر کھانے پر سورتیں پڑھ لی جائیں تو کیا حرج ہے؟ حالانکہ اس سے بڑھ کر حرج کیا ہوگا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے طریقہ، آپ کی سنت اور شریعت کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے اکابر اہلِ سنت نے کھانے پر قرآن کریم پڑھنے کو بے ادبی تصور کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہے:

سوال: کوئی شخص کلام اللہ، یا قرآن مجید کی آیت کھانے پر پڑھے تو کیا حکم ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ کلام اللہ کھانے پر پڑھنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص قضائے حاجت کی جگہ پر پڑھے نعوذ باللہ۔

جواب: ایسا کہنا روا نہیں بلکہ بے ادبی ہے، ہاں اگر یوں کہے کہ ’’اسی طرح کھانے پر قرآن پڑھنا بھی بے ادبی ہے‘‘ تو مضائقہ نہیں اور یہ بے ادبی بھی اس وقت ہے جب کہ بطور وعظ و نصیحت نہ پڑھے، لیکن وعظ و نصیحت کے طور پر اور شرک و بدعت سے منع کرنے کے لئے پڑھنا ہر جگہ درست ہے۔ بلکہ ردِّ بدعت کے لئے بسا اوقات واجب ہے‘‘

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ کھانے پر قرآن مجید پڑھنا ایک طرح کی بے ادبی ہے۔

تیسرے پڑھنے والوں کو بلا کر جو ختم پڑھایا جاتا ہے اس میں خرابی یہ ہے کہ پڑھنے والا ختم کے بدلے میں کھا پی لیتا ہے اور ختم پڑھوانے والے کھانے کے بدلے میں ختم پڑھوا لیتے ہیں۔ اور اگر ختم پڑھنے والا ختم نہ پڑھے تو وہ کھانے سے محروم رہتا ہے اور اگر گھر والے ختم پر کھانا نہ دیں تو کوئی بھی ختم پڑھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا، گویا کہ ختم پڑھنے والے اور گھر والوں کے کھانے کا باہمی تبادلہ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کا معاوضہ بن جاتی ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم معاوضہ لے کر پڑھا جائے تو ثواب پڑھنے والے کو بھی نہیں ملتا، اسی طرح جو کھانا معاوضے کے طور پر کھلایا جائے وہ بھی ثواب سے محروم رہتا ہے، ختم پڑھایا تو اس لئے گیا تھا کہ دوہرا ثواب ملے گا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکہرا ثواب بھی جاتا رہا۔

چوتھے بعض جگہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب تک کھانے پر ختم نہ دلایا جائے کسی کو کھانے کی اجازت نہیں

ہوتی ۔بعض اوقات اگرختم پڑھنے میں کسی وجہ سے تاخیر ہوجائے تو بچوں تک کو کھانے سے محروم رکھا جاتا ہے۔خواہ وہ کتنا ہی بلبلاتے رہیں.........حالانکہ ثواب تو اس کھانے کا ملے گا جو کسی غریب محتاج کو اللہ کے لئے دیا گیا ہو، (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) پھر آخر اس پابندی کی کیا وجہ ہے کہ جب تک ختم نہ پڑھ لیا جائے کھانا بچوں تک کے لئے ممنوع قرار پائے؟

پانچویں اس طرح کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنے میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے، کہ ان کے یہاں اس طرح کھانا سامنے رکھ کر پڑھا جاتا ہے، جیسا کہ مشہور سیاح ''البیرونی'' نے اپنی کتاب ''کتاب الہند'' میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔اور مولانا عبیداللہ نومسلم نے، جو پہلے ہندوؤں کے پنڈت تھے، بعد میں حق تعالیٰ نے ان کو نورِ ایمان نصیب فرمایا، ''تحفۃ الہند'' ایصال ثواب کے بیان میں بھی ہندوانہ ایصالِ ثواب کے طریقوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی ہے وہ لکھتے ہیں:

جس تاریخ کو کوئی مرا اس تاریخ میں ثواب پہنچانا ضرور جانتے ہیں اور کھانے کے ثواب کا نام سرادھ ہے، سرادھ کا کھانا تیار ہوجاتا ہے تو اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں، جو پنڈت بید پڑھتا ہے، اس کو ابھشر من کہتے ہیں، اسی طرح اور دن بھی مقرر ہیں، لیکن جب اپنے معبودوں کی روح کے واسطے کچھ کرتے ہیں تو وہاں ثواب پہنچانے کی نیت تو ہوتی نہیں بلکہ ان سے ڈر کر یا کچھ نفع کی امید رکھ کر یا بطور نذر منت کے ان کے بھینٹ دیتے ہیں اور اس مقصد کے لئے بھی دن مقرر ہیں، بعض معبودوں کے واسطے بعض کھانے بھی مخصوص ہیں (تحفۃ الہند ص ۱۸۴، بعنوان ''ہندوؤں کے یہاں ایصال ثواب کا طریقہ'') (ماخوذ از ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' ص ۱۹۲ تا ۱۹۴ بتغیر و اضافہ)

اور مشہور بریلوی سلسلہ کے عالم مولوی محمد صالح صاحب کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی اسلامی ملک میں رائج نہیں (تحفۃ الاحباب ص ۱۲۲)

چھٹے کھانے پر اس طرح کا ختم پڑھنا عقل کے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہ ختم پڑھنے، پڑھانے کا سلسلہ عموماً کھانے کے ساتھ مخصوص کیا ہوا ہے، جبکہ اگر یہ ختم ایصالِ ثواب کے لئے ہے تو ایصالِ ثواب تو کھانے کے علاوہ دوسری چیزوں (مثلاً نقدی، لباس، وغیرہ) کو صدقہ کر کے بھی کیا جاسکتا ہے، اور کیا جاتا ہے،

لیکن ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کھانے کے علاوہ دوسری چیز کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کرتے وقت بھی اس طرح کا ختم دیتا ہو۔ پس اگر کھانے کے اوپر ختم کی ضرورت ہے تو دوسری چیزوں مثلاً روپے پیسے اور کپڑے میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ بلکہ جو چیز ایصالِ ثواب کے بجائے ویسے ہی اللہ کے نام پر صدقہ کی جائے، اُس پر اس طرح کی فاتحہ اور ختم پڑھنے کی ضرورت ہے، لیکن اس پر کسی کا عمل نہیں، اسی طرح ختم پڑھوانے کا یہ عمل کھانے کے تھوڑے سے حصہ پر کیا جاتا ہے، یہ بھی عقل کے خلاف ہے (مستفاد از اشرف الجواب ص ۸۷ و ۲۴۵)

بعض لوگ اس موقع پر مروَّجہ ختم کو ثابت کرنے کے لئے وہ احادیث پیش کرتے ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کھانے پر بسم اللہ پڑھی، اور برکت اور دعا کے طور پر کھانے کی مختلف چیزوں پر قرأت کی، اور چیزوں میں برکت و اضافہ کے لئے اشیاء کو سامنے رکھ کر ان پر دعائیں پڑھیں۔ لیکن ان احادیث اور واقعات پر مروَّجہ کھانے پر ختم کو قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں، اور ان احادیث میں خود اس کا جواب موجود ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے کھانے میں برکت کے طور پر ایسا کیا ہے اور یہ بات غیر اختلافی ہے۔ اصل گفتگو اس میں ہے کہ ایصالِ ثواب کے طور پر جو کھانا دیا جاتا ہے اس پر مروَّجہ طریقے پر جو فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور ختم دلایا جاتا ہے یہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ اور کیا آنحضرت ﷺ نے اور حضرات صحابہؓ کرام نے ایصالِ ثواب کرتے ہوئے ایسا کیا ہے یا نہیں؟ اس کا آسان اور صحیح جواب صرف یہ ہے کہ ایسا کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے (جیسا کہ تفصیل سے ذکر کیا جاچکا)

یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے بھی اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے، چنانچہ فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے:

قِرَاءَ ةُ الْفَاتِحَةِ وَالْاِخْلَاصِ وَالْكَافِرُوْنَ عَلَى الطَّعَامِ بِدْعَةٌ (الجنه ص ۱۵۵)

ترجمہ: سورہ فاتحہ اور اخلاص اور کافرون کا کھانے پر پڑھنا بدعت ہے (الجنہ)

اور اگر حضور ﷺ کے عمل سے یہ ثابت ہوتا تو فقہاء اس کو ہرگز بدعت نہ کہتے، بلکہ ضرور سنت کہتے، کیونکہ حضور ﷺ کا عمل سنت ہوا کرتا ہے، اور حضور ﷺ کی صحیح احادیث کی تشریح کرتے ہوئے محدثین بھی ضرور اس کا تذکرہ کرتے، اور فقہائے کرام بھی اس کے سنت یا مستحب ہونے کے درجہ کو ایصالِ ثواب کے باب میں ضرور ذکر کرتے، کیونکہ جو احادیث آج پیش کی جارہی ہیں وہ محدثین کے واسطے سے اور ان کے معانی و مطالب اور مفہوم فقہائے کرام کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں، کیا ان کے سامنے یہ احادیث

اوران کا مطلب نہیں تھا؟ یا نعوذ باللہ ان کو تو یہ بات سمجھ نہ آئی، اور آج اس عمل کو جائز بلکہ سنت قرار دینے والوں کو یہ بات سمجھ آ رہی ہے؟ (ماخوذ از ''ماہِ ربیع الآخر'')

سال کے مخصوص دنوں میں ایصالِ ثواب

سوال:...... آج کل بعض لوگ سال کے مخصوص دنوں میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں، چنانچہ:

(۱)......بعض لوگ ۱۲ ربیع الاول کو حضور ﷺ کے لئے ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

(۲)......بعض لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی یا دوسرے بزرگوں کے نام کی ''گیارہویں شریف'' کے عنوان سے ایک رسم کرتے ہیں، عام طور پر ماہِ ربیع الآخر میں بڑی گیارہویں کی جاتی ہے، اور ہر مہینے چھوٹی گیارہویں کی جاتی ہے۔

(۳)......اسی طرح ماہِ محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا شہدائے کربلا کے لئے ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

(۴)......اوراسی طرح بعض لوگ شبِ برأت میں اپنے مُردوں کے لئے ایصالِ ثواب کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔

کیا اس طرح سال کے مخصوص دنوں میں ایصالِ ثواب کرنا درست ہے؟

جواب:...... **(۱)**......حضور ﷺ کو ایصالِ ثواب کرنا بہت بابرکت عمل ہے، جس کو اپنی سعادت سمجھ کر اخلاص کے ساتھ بغیر کسی رسم اور اپنی طرف سے کسی وقت کی تخصیص کا عقیدہ رکھے بغیر اختیار کرتے رہنا چاہئے، لیکن یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ شریعت کی طرف سے ایصالِ ثواب کے لئے کوئی دن مخصوص نہیں، تو اپنی طرف سے ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو حضور ﷺ کے ایصالِ ثواب کے لئے خاص کرنا بھی جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام سے اس دن کی تخصیص کے ساتھ حضور ﷺ کو ایصالِ ثواب کرنا ثابت نہیں اور نہ ہی حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس رسم کا کوئی وجود تھا، کہ اس کو حضور ﷺ کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت اور طریقہ کا درجہ دیا جائے، تو ایک ایسا عمل جس کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو، اس کو اختیار کرنا جائز نہ ہوگا۔

جہاں تک مروجہ قرآن خوانی کا تعلق ہے، تو اس پر بحث آگے سوال کے جواب میں آتی ہے۔

(تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ''ماہِ ربیع الاول کے فضائل واحکام'' اور ''ماہِ ربیع الآخر'' ملاحظہ فرمائیں)

(۲)...... جہاں تک گیارہویں کا تعلق ہے تو اگر یہ عمل غیرُ اللہ کو نفع نقصان کا مالک سمجھ کر اوراس کو خوش کرنے اوراس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کیا جائے، تو یہ خطرناک گناہ ہے جس سے شرک لازم آنے کا ڈر ہے۔

اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ یا کسی اور بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہو تو بلاشبہ یہ مقصد بہت مبارک ہے۔ لیکن شرعی نقطۂ نظر سے ثواب تو جب بھی پہنچایا جائے، پہنچ جاتا ہے۔ شریعت نے اس کے لئے کوئی دن اور وقت مقرر نہیں فرمایا، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور اسی طرح شریعت نے ایصالِ ثواب کے لیے کھانے کی بھی تخصیص نہیں کی، اور اگر کوئی اخلاص کے ساتھ صرف غرباء کے لیے کھانا تیار کرے، تو ضروری نہیں کہ ہر جگہ صرف اس تاریخ میں ہی غریبوں کو کھانے کی ضرورت پیش آتی ہو، یا ہمیشہ اس تاریخ میں لوگ ایک دن کے لئے غریب ہوجاتے ہوں۔

الغرض ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں تاریخ کا التزام کرنا ایک فضول حرکت ہے۔ جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ اور اس کو ضروری سمجھ لینا اللہ اور رسول کے مقابلے میں گویا اپنی شریعت بنانا ہے۔

گیارہویں کو جائز قرار دینے والے حضرات کی طرف سے ایک دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ ولادت یا وفات میں ایصالِ ثواب کیا جائے تو اس کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

لیکن یہ دعویٰ اور عقیدہ خود ساختہ ہے، کسی قرآنی آیت یا حدیث یا فقہ کی عبارت سے ثابت نہیں، اگر یہ بات ہوتی تو حضور ﷺ، تمام صحابۂ کرام، اولیائے کرام وغیرہ کے یومِ ولادت اور یومِ وفات اس غرض کے لئے خصوصیت کے ساتھ محفوظ رکھے جاتے اور ان میں کوئی اختلاف نہ ہوتا، اور ان سب حضرات کے لئے بھی ایصالِ ثواب کے لئے ان دنوں کو متعین کیا جاتا، اور یہ بات تا قیامت ثابت کرنا مشکل ہے

(تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ''ماہِ ربیع الآخر'' ملاحظہ فرمائیں)

(۳)...... جو لوگ خاص دس محرم کی تاریخ میں کھانا تیار کر کے صدقہ، خیرات اور قرآن خوانی وغیرہ کرا کر اپنے مُردوں یا کربلا کے شہداء کے لئے ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

اول تو ایصالِ ثواب کے لئے اس دن کی تخصیص کا ہی کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا دس محرم کی تاریخ متعین کر کے شریعت پر اپنی طرف سے زیادتی کرنا سنگین گناہ ہے۔

دوسرے آج کل ایصالِ ثواب کے یہ مروجہ طریقے بھی خواہ مخواہ کی رسم بن گئے ہیں، جن کی وجہ سے

سرے سے ثواب ہی نہیں ملتا، الٹا گناہ ہوتا ہے، چنانچہ آج کل کی مروجہ قرآن خوانی اور ختم وغیرہ میں کئی خرابیاں جمع ہیں (جن کا پہلے ذکر ہو چکا) لہٰذا خاص دس محرم کو کسی بھی طریقہ سے ایصالِ ثواب کی تخصیص کرنا منع ہے۔

جہاں تک کربلا کے شہداء اور اپنے فوت شدہ اقرباء وغیرہ کے حق میں ایصالِ ثواب کا تعلق ہے تو وہ شرعی اصولوں کا لحاظ کرتے ہوئے دوسرے دنوں میں بھی ہوسکتا ہے، جس میں نہ مروجہ قرآن خوانی کی ضرورت، اور نہ ہی کسی کو کھانا کھلانے کی پابندی، بلکہ خاموشی کے ساتھ غریبوں کا پیسوں وغیرہ کی شکل میں اخلاص کے ساتھ تعاون کردیا جائے، اخلاص کے ساتھ کچھ پڑھ کر خواہ قرآن مجید، کوئی تسبیح یا درود شریف اور نوافل وغیرہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کردیا جائے، یہ کافی بلکہ زیادہ مفید ہے (کذا فی امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۰۱، امداد المفتیین ۱۷۴) (تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ''ماہِ محرم کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

(۴)...... جو لوگ شبِ برأت میں مختلف طریقوں سے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں اور اس کو انہوں نے ایصالِ ثواب کے اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت دی ہوئی ہے، بلکہ یہ سمجھا ہوا ہے کہ شبِ برأت میں اگر مُردوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو ان کی یقینی طور پر بخشش ہو جاتی ہے۔

چنانچہ مختلف طرح سے کھانے پکا کر اور بہت سی جگہ دیگیں اتروا کر ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور ایک دعوت کا سماں ہو جاتا ہے جس میں صرف غریبوں کو کھلانے اور دینے کا بھی خیال نہیں کیا جاتا اور آج کل ایصالِ ثواب کے نام سے جو مختلف بدعات و رسومات معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں وہ کسی عقل مند سے ڈھکی چھپی نہیں، اور اسی سوچ کا نتیجہ ہے کہ شبِ برأت میں ایصالِ ثواب کا نام دے کر لوگوں نے بے شمار ایسی چیزیں ایجاد کر لی ہیں جن کا شبِ برأت تو کُجا شریعت سے بھی دور کا تعلق نہیں، لہٰذا شبِ برأت کی تخصیص کے ساتھ ایصالِ ثواب یا کوئی اور رسم کرنا صحیح نہیں (تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ''شعبان اور شبِ برأت کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

جہاں تک کھانے پر ختم پڑھوانے کا معاملہ ہے تو اس کی شرعی حیثیت گزشتہ سوال کے جواب میں بیان کی جا چکی ہے۔

مروّجہ قرآن خوانی

سوال:...... آج کل لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی کی جاتی ہے اور پھر اس کے بعد شرکاء کی کھانے پینے سے ضیافت کی جاتی ہے، اس طرح کی قرآن خوانی کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:...... قرآن مجید کی تلاوت کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، لیکن اس تلاوت کے لئے لوگوں کو بلانا اور جمع کرنا ضروری نہیں، بلکہ جس کو جتنی توفیق ہو قرآن مجید کی تلاوت کر کے اخلاص کے ساتھ ایصالِ ثواب کردے، اس میں نہ کسی کو ساتھ ملانے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کو بتانے کی ضرورت ہے کہ اس نے کیا پڑھا؟

اور آج کل کی مروجہ قرآن خوانی ایک رسم بن کر رہ گئی ہے، اور اس میں کئی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

اولاً تو مروجہ قرآن خوانی میں جمع ہونے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اور اس غرض کے لئے لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے، جو کہ ناجائز ہے۔

کیونکہ شرعاً نہ اس کے لئے جمع ہونے کی ضرورت ہے اور نہ اس غرض کے لئے لوگوں کو بلانا اور اکٹھا کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ نفلی عبادت ہے، جس کے لئے لوگوں کو بلانا اور جمع کرنا تداعی میں داخل ہے (کذافی امدادالفتاویٰ، واحسن الفتاویٰ ج۲) [1]

دوسرے میت کے گھر میں آکر قرآن مجید پڑھنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، کسی اور جگہ پڑھنے کو کافی نہیں سمجھا جاتا، جبکہ قرآن مجید جس جگہ رہ کر بھی اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے اور اس کا ایصالِ ثواب کیا جائے تو وہ درست ہے، اس میں میت کے گھر کی تخصیص نہیں۔

تیسرے شرکاء عموماً خوش دلی اور اخلاص کے ساتھ حاضر نہیں ہوتے، بلکہ یا تو دوسرے کی دعوت دینے پر منہ رکھنے کے لئے بادل نخواستہ حاضر ہوجاتے ہیں، اور یا پھر فراغت پر جو کھانا پینا وغیرہ پیش کیا جاتا ہے اس کی نیت سے حاضر ہوتے ہیں۔

اور جب اخلاص نہ ہو تو ایصالِ ثواب کے کیا معنیٰ؟

عام طور پر ایسے موقع پر جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ تلاوتِ قرآن کے معاوضے میں کھلایا جاتا ہے تلاوت کے لئے آنے والوں کے ذہن میں بھی یہی ہوتا ہے کہ پڑھنے کے بعد کھانا ملے گا اور بلانے والوں کے ذہن

---

[1] سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام واوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے (امدادالفتاویٰ ج۴ صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶)

اما الحفاظ یجتمعون للقراء قیقرء ون معا للثواب فلیس من فعلهم ولا بمروی عنهم (المدخل لابن الحاج جلد ا فصل فی العالم و کیفیة نیته)

میں بھی یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے کے بعد کچھ نہ کچھ کھلانا پڑے گا۔ جبکہ تلاوتِ قرآن پر معاوضہ لینا درست نہیں خواہ صراحتاً طے کر کے لیا جائے یا رواج ہونے کی وجہ سے صراحتاً طے کئے بغیر لیا جائے (لَانَّ الْمَعْرُوْفَ كَالْمَشْرُوْطِ)

ایک حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ يَتَأَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھائے لوگوں سے، قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر صرف ہڈی ہوگی، گوشت نہ ہوگا (ترجمہ ختم)

چوتھے ایسے موقع پر بہت سے شرکاء صرف برائے نام تلاوت کرتے ہیں، نہ ان کی قراءت صحیح ہوتی اور نہ ہی صحیح طریقہ پر قراءت کا اہتمام کرتے ہیں۔

پانچویں قرآن خوانی کے ساتھ کھانے کو اگر صدقہ کا نام دیا جائے تو وہ خالصتاً غرباء ومساکین کا حق ہے، اور شرکاء سب مستحق ہوتے نہیں، ان میں امیر بھی ہوتے ہیں جن کو صدقہ نہیں لگتا، اور اگر مستحق بھی ہوں تو پڑھنے والوں کو مروجہ طریقہ پر کھلانا قرآن مجید کی تلاوت کا معاوضہ ہے، جو کہ جائز نہیں۔

نیز قرآن مجید کی تلاوت الگ عبادت ہے، اور غرباء ومساکین کا تعاون الگ عبادت ہے، ان دونوں کو ایک ساتھ لازم ملزوم کر دینا ایک مستقل بدعت اور گناہ ہے۔

لہٰذا ایصالِ ثواب اور قرآن خوانی کا مروجہ طریقہ کئی خرابیوں کی وجہ سے قابلِ ترک ہے، اس کے بجائے خود سے جتنی توفیق ہو جائے اتنی تلاوت اور دوسرے کارِ خیر کر کے ایصالِ ثواب کر دینا چاہئے۔

اور رہا کھانے کا معاملہ تو وہ درحقیقت غرباء ومساکین کا حق ہے، کسی بھی وقت ان کو کھلایا جا سکتا ہے، یا اس کے بجائے نقدی سے ان کا تعاون کیا جا سکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان۔ ۲۷/۷/۱۴۲۹ھ

دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟

ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

سر کا مسح کرنے کا مسنون طریقہ

سوال:......سر کا مسح کرنے کا مسنون طریقہ بیان فرمائیں۔

جواب:......(سائل نے جو سوال دیا تھا اس میں مسح کی بجائے مسا لکھا ہوا تھا اس کی تصحیح فرماتے ہوئے حضرت نے فرمایا) یہ مسح کا لفظ م س اور ح کے ساتھ لکھا جاتا ہے، م، س، اور الف سے نہیں لکھا جاتا اس لئے اس کی تصحیح کر لی جائے۔

مسح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہاتھ (انگلیاں اور ہتھیلیاں پوری کی پوری) سر کے اگلے حصے پر رکھ کر پچھلے حصہ کی طرف اس طرح لے جائیں کہ سارے سر پر ہاتھ پھر جائے، اور اس کے بعد انگوٹھے کے ساتھ والی انگلیوں سے کانوں کے اندر والے حصے کا اور انگوٹھوں سے کانوں کے باہر والے حصے کا مسح کریں (عمدۃ الفقہ ج ا ص ۱۱۸)

اور اس کے بعد انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرنا یہ مستحب ہے، اب اگر کوئی کہے کہ ہم نے تو سنا تھا کہ مسنون طریقہ بہت ٹیڑھا ہے اور آپ نے سیدھا سیدھا بتا دیا، ہم نے سنا تھا کہ اس میں واپس اور ریورس (Reverse) بھی آنا پڑتا ہے، یعنی پہلے سر کے ابتدائی حصہ سے تین انگلیاں رکھ کر پیچھے کی طرف لے جاتے ہیں، اور اس دوران ہتھیلیاں اور انگوٹھے اور ان کے ساتھ والی انگلیاں بچا کر رکھی جاتی ہیں اور اس کے بعد پیچھے سے ہتھیلیاں رکھ کر آگے لے آتے ہیں اور پھر انگوٹھے کے ساتھ والی انگلیاں جو پہلے بچا کر

Iqra Ghufran

رکھی ہوتی ہیں ان سے کانوں کا مسح کرتے ہیں، اگر کہیں ہتھیلیاں یا یہ انگلیاں لگ جائیں تو ان کو دوبارہ پانی سے تر کیا جاتا ہے، کہ ان کے خیال میں پہلے والی تری ضائع ہوگئی ہے، اتنا تکلف کرنے کے بعد پھر بالوں میں کنگھے کی بھی ضرورت پڑتی ہے، کہ بال پہلے پیچھے کو تھے اب آگے کو ہوگئے، اس لئے کنگھے کی ضرورت پڑی، حالانکہ سر کا مسح انتہائی آسان ہے، جس کا پہلے ذکر کر دیا گیا اور اس میں اس تکلف کی ضرورت نہیں، اس موضوع پر ایک رسالہ بھی ہے، اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسح کا جو طریقہ عوام میں سنت کے نام سے مشہور ہو گیا ہے یہ غلط ہے، اور سنت سے یہ طریقہ ثابت نہیں، یہ رسالہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کا ''طریقۂ تیمّم ومسح'' کے نام سے ہے، اگرچہ اس میں بعض جزئیات سے بعض اہلِ علم حضرات کو اختلاف بھی ہے مگر یہ بات درست ہے کہ یہ طریقہ جو آگے سے پیچھے اور پیچھے سے خاص طریقہ پر لانے کا چلا ہوا ہے، یہ سنت نہیں۔

سوال:......داڑھی کا خلال کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب:......داڑھی کا خلال کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں پر پانی کی تری ہو اور ان کو اندر کی طرف سے داڑھی میں داخل کیا جائے، اور پھر باہر نکال دیا جائے۔

(اس پر سوال کیا گیا کہ کیا سارے بالوں کا تر ہونا لازمی ہے؟) تو فرمایا کہ خلال کرنا سنت ہے چاہے بال پہلے سے تر ہی کیوں نہ ہوں، کیوں کہ بالوں کی تری کا حکم اور ہے، وہ یہ کہ جس کی داڑھی اتنی گھنی ہو کہ اندر کی کھال نظر نہ آ رہی ہو، اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اوپر کی سطح کے بالوں کو تر کرے، اتنے بالوں کو جو بال اس سطح پر اگے ہوئے ہیں، جو سطح چہرے کے اندر داخل ہے۔ یعنی اگر داڑھی کے بال نہ ہوتے تو جتنے حصے کا چہرے میں دھونا فرض تھا، اتنے حصہ کے بالوں کو تر کرنا ضروری ہے، یہاں (ٹھوڑی کے پاس) سے مثلاً آپ بال پکڑ کر دیکھیں تو جو بال اوپر کو اگے ہوئے ہیں جہاں جہاں چہرہ ہے، تو اگر اس جگہ بال نہ ہوتے تو اس پورے حصے کا دھونا فرض ہوتا، اور یہ ٹھوڑی سے نیچے والا حصہ ظاہر ہے کہ چہرے کا حصہ نہیں، اور جب بال گھنے ہوتے ہیں تو اس حصے پر اگنے والے بال اس حصے کے قائم مقام ہوتے ہیں، اس لئے اس کے اوپر والے بالوں کو تر کر لینا وہی حکم رکھتا ہے جو کھال کو تر کرنے کا حکم ہے۔

اور اگر بال ایسے ہوں کہ کھال نظر آ رہی ہو، یعنی گھنے نہ ہوں تو پھر ان بالوں کا تر کرنا بھی ضروری ہے اور اندر کی کھال کا تر کرنا بھی ضروری ہے۔ تو یہ تر ہونے نہ ہونے کا مسئلہ الگ ہے اور خلال کا مسئلہ الگ ہے (کذا فی عامۃ کتب الفقہ والفتاویٰ)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُوۡلِی الۡاَبۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۷)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زندگی کے واقعات کے مزید اوراق الٹنے سے پہلے ایک اور اہم واقعہ کا ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے، جس کا ذکر اگرچہ پچھلی قسطوں میں گزری حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی لمبی حدیث میں نہیں، لیکن قرآن مجید اوراحادیثِ شریفہ میں اس کا ذکر ملتا ہے، اورعیدالاضحیٰ کے موقع پر جوقربانی کی جاتی ہے وہ بھی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے اسی عمل کی یادگار ہے، اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے اگلے حصے کی تشریح سے پہلے اس واقعہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک اور سخت امتحان: ذبحِ اسماعیل

اللہ تعالیٰ کے مقرب لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وہ نہیں ہوتا جو عام لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، بلکہ مقرب لوگوں کو بندگی وعشق کے امتحان وآزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اورقدم قدم پر جاںنثاری اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی چونکہ جلیل القدر نبی اور پیغمبر تھے، اس لئے ان کو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا، اور آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہر امتحان میں کامل اور مکمل ثابت ہوئے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت جس صبر اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہنے کا آپ نے ثبوت دیا اور جس عزم واستقامت کے ساتھ نمرود کا مقابلہ کیا وہ انہی کی شان تھی، اس کے بعد جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو مکہ کے بیابان میں چھوڑ آنے کا حکم ملا تو وہ بھی کوئی معمولی امتحان نہ تھا، سخت آزمائش کا وقت تھا، بڑھاپے کی تمناؤں کا مرکز، راتوں اور دنوں کی دعاؤں کا ثمرہ اور گھر کے چشم وچراغ اسماعیل کو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ایک بے آب وگیاہ جنگل میں چھوڑتے ہیں، اور پیچھے مڑکر بھی دیکھنے کی اجازت نہیں کہ کہیں ایسا ہو کہ شفقتِ پدری جوش میں آجائے اور

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کوئی لغزش ہو جائے۔

ان دو کٹھن منزلوں کو عبور کرنے کے بعد اب ایک تیسرے امتحان کی تیاری ہے، جو پہلے دو امتحانوں سے بھی سخت اور جاں گسل ہے۔

یہ واقعہ تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور سبق آموز واقعہ ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے بے آب و گیاہ ریگستان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھوڑ کر اپنے وطن شام واپس تشریف لے گئے تو وقتاً فوقتاً ان کی خبر گیری کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، ایک مرتبہ جب تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ [۱]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىٓ اَذْبَحُكَ

سو جب وہ فرزند ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا: برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین روز لگاتار دکھایا گیا (قرطبی) اور یہ بات طے شدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

اس لئے اس خواب کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر دوں۔

یوں تو یہ حکم براہِ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعہ بھی نازل کیا جا سکتا تھا، لیکن خواب میں دکھانے کی بظاہر حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت شعاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو۔

خواب کے ذریعہ دیئے ہوئے حکم میں انسانی نفس کے لئے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا (تفسیر کبیر) اس کے علاوہ یہاں اللہ تعالیٰ کی اصل منشاء حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرانا نہیں تھی۔

---

[۱] وقولہ: (فلما بلغ معه السعى) اى كبر وترعرع وصار يذهب مع ابيه ويمشى معه ،وقد كان ابراهيم عليه السلام يذهب فى كل وقت يتفقد ولده وام ولده ببلاد فاران وينظر فى امرهما ،وقد ذكرانه كان يركب على البراق سريعا الى هناک ،فاللہ اعلم (تفسیر ابنِ کثیر درذیل سورہ صافات آیت ۱۰۱)

بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبہ تسلیم ورضا اور راضی برضاءِ حق رہنے کے مقام کی جانچ وآزمائش تھی اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے ''فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ'' الفاظ بڑھائے ہیں، یعنی ارمانوں سے مانگے ہوئے اس بیٹے کو قربان کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا جب یہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا، اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ قوتِ بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو۔ ۱

مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی، اور بعض مفسّرین نے فرمایا کہ بالغ ہوچکے تھے (تفسیر مظہری) ۲

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے ہوس بنالیتی ہے چھپ چھپ کر سینے میں تصویریں

(جاری ہے............)

۱ وعن ابن عباس ومجاهد وعكرمة وسعيد بن جبير وعطاء الخراسانی وزيد بن اسلم وغيره (فلما بلغ معه السعی) يعنی شب وارتحل واطاق مايفعله ابوه من السعی والعمل (تفسير ابنِ كثير درذيل سوره صافات آيت ۱۰۱)

۲ وقال بعضهم كان فی ذالک الوقت ابن ثلاث عشر سنة (تفسير رازی درذيل سوره صافات آيت ۱۰۱)

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ (فی شمارہ 25 روپے)

سلسلہ نمبر 13 ''ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق'' شائع ہوگیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

حکیم کلیم اختر مرزا

طب و صحت

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

چھوٹے بچوں کے امراض کی تشخیص وعلامات

چھوٹے بچوں کے امراض کی تشخیص کرنا کافی مشکل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ خودتو کچھ بیان نہیں کر سکتے لیکن طبیب ومعالج اگرتھوڑی سی محنت کریں تو یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے بلکہ کافی آسان ہوجاتا ہے۔ آدمی کا چہرہ ایک ایسا آئینہ ہوتا ہے کہ ہر مرض کی تشخیص آسانی سے ہوسکتی ہے خواہ بچہ ہو یا بڑا اس لئے سب سے پہلے جب بچہ طبیب کے پاس لایا جائے تو طبیب کو چاہئے کہ وہ بچے کا چہرہ بغور دیکھے۔ اگر بچہ تندرست ہوگا تو چہرہ ہشاش بشاش ہوگا بچہ خوش وخرّم نظر آئے گا۔ چہرے کے علاوہ بچے کی حرکات وسکنات ،زبان، پیشاب و پاخانہ بھی تشخیص میں مدد دیتے ہیں۔ ان چیزوں کو بھی مدنظر رکھئے اگر بچے کا رنگ خشک ہو، چھونے سے جسم گرم محسوس ہوتو بخار موجود ہونے یا آنے والا ہونے کی علامت ہے اگر رخسار زیادہ سرخ اور اس کے ساتھ ناک سے رطوبت خارج ہو یا کھانسی بھی ساتھ ہوتو یہ خسرہ کی علامت ہے...... بچے کے چہرے پر بل ہوں اور وہ نیند سے چونک کر اٹھے اور سسکیاں لیکر رونے لگے تو سینے کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی علامت ہے، اگر بچے کے چہرے کا رنگ زرد ہو اور چہرہ کملایا ہوا ہوتو یہ بچہ کا ہاضمہ خراب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر چہرے پر بہت زیادہ جھریاں پڑی ہوئی ہوں تو یہ کثرت اسہال (زیادہ موشن ہونے) کی نشانی ہوتی ہے۔ اگر منہ کا اندرونی جوف وحصہ سرخ اور پھولا ہوا ہوتو یہ معدہ اور آنتوں کی سوزش وجلن پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح زبان اگر میلی اور پاخانہ بدبُو دار ہو؛ پاخانہ کا رنگ ہرا؛ یا زرد، پھٹکی دار ہے تو یہ تمام علامات بچے کے ہضم کی خرابی کی دلیل ہیں۔ اگر قے میں پھٹکی نظر آئیں تو یہ تیزابیت کی نشانی ہوتی ہے۔ اس صورت میں بچے اور ماں کے ہاضمے کی اصلاح کی ضرورت ہے...... ہاضمے کی خرابی سے بچہ اکثر چڑ چڑا اور روتا رہتا ہے اور منہ کے دونوں اطراف میں بل یعنی (جُھریاں) پڑ جاتی ہیں۔ اگر بچہ روتے وقت اپنی ٹانگیں سُکیڑ کر گھٹنے پیٹ پر لگائے اور بھنویں چڑھائے تو بچے کے پیٹ میں درد ہونے کی نشانی ہے، اگر بچہ سوتے میں دانت پیسے؛ ناک کھجائے اور اس کے منہ سے سوتے میں پانی آئے تو یہ بچے کے پیٹ میں کیڑے ہونے کی علامت ہے اور ایسے بچے کا منہ دن کے وقت اکثر خشک رہتا ہے۔ اگر بچہ پاخانے کی جگہ کو کھجلاتا رہتا ہے تو چرنوں (باریک باریک کیڑوں) کی موجودگی پر دلالت ہے، اگر بچہ بے دلی سے دودھ پیتا ہے تو یہ بچے کے بیمار ہونے اور ہاضمہ خراب ہونے کی علامت ہے...... اگر بچے کے پیٹ میں خرابی ہوتو اس کے چہرے کی حالت یک دم متغیر ہوجاتی ہے؛ اس کے

گال پچک جاتے ہیں؛ اسہال (موشن) کی حالت میں بچہ دن بدن کمزور اور لاغر ہوتا جاتا ہے اور چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے؛ نیز پیچش کی حالت میں بچے کا پیٹ ریاح وگیس سے پھولا ہوا ہوتا ہے، شدید حالت میں پاخانے کا مقام سُرخ ہو جاتا ہے، جب بچے کے دانت اُگتے ہیں تو اس وقت بچے کے منہ سے کثرت سے گرم لعاب جاری رہتا ہے؛ مسوڑھے پلپلے اور سرخ نظر آتے ہیں اور اکثر بچے سر کو کسی چیز سے ٹکراتے رہتے ہیں انگلیاں یا کوئی بھی چیز نظر آئے تو اسے منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں؛ جس کی وجہ سے اکثر بچوں کو پیچش لگ جاتی ہے، اور اگر بچہ پیشاب کرتے وقت پیشاب والی جگہ کو پکڑے رہے اور پیشاب کرتے وقت روئے تو یہ مثانے کی پتھری یا پیشاب کی نالی وغیرہ میں تکلیف کی دلیل ہوتی ہے......خشک پاخانہ آنتوں کی خشکی پر دلالت کرتا ہے؛ پیشاب میں اگر سفید رطوبت خارج ہو کر تہہ نشین ہو تو یہ جگر کے فعل میں خرابی کی علامت ہے، اگر پیشاب کچی لسّی کی طرح آئے اور زمین پر جم جائے تو یہ جگر کے فعل کی سستی یعنی حرارت کی کمی پر دلالت کرتا ہے، پیشاب کا سرخ ہونا بخار کی علامت ہے......جب پھیپھڑوں کی جھلّی پر ورم ہو اور سینے میں تکلیف محسوس ہو تو اسے کھانسی کی تکلیف ہوتی ہے، سانس لیتے وقت اگر دقّت محسوس ہو اور نتھنے پھولتے اور سکڑتے ہوئے نظر آئیں تو یہ بچے کے خوفزدہ اور ڈرے ہوئے ہونے پر دلالت کرتی ہے؛ اور سانس لیتے وقت پسلیوں کے نیچے گڑھا پڑ جاتا ہے اور بچہ جلد جلد سانس لیتا ہے۔ بچے کو کھانسی عام طور پر ہضم کے نقصان ،حلق کی سوزش یا کوّے کے بڑھ جانے یا کوے کے دونوں اطراف کے گوشت کے ورم اور سوجن کی وجہ سے ہوتی ہے، اگر سینہ سے خرخراہٹ کی آواز آئے تو یہ بلغم کے جمع ہونے کی نشانی ہوتی ہے، اگر بچے کا پیٹ نرم ہو تو یہ پیٹ درست ہونے کی نشانی ہے، اور پیٹ کا تنا اور اکڑا ہوا ہونا پیٹ میں ہوا اور گیس کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے، اگر بچہ کا سینہ کبُوتر کی چھاتی کی طرح ہو تو یہ مرض کساح پر دلالت کرتا ہے (اس مرض میں ہڈیاں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں) دِق اطفال (سوکھے کے مرض) میں بچہ کا سینہ ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا ہے گوشت بہت کم ہو جاتا ہے......اگر بچہ کے پیدا ہونے کے تین چار روز میں آنکھیں دُکھنے کا عارضہ لاحق ہو جائے تو یہ اکثر سوزا کی مادے کی وجہ سے ہوتا ہے، بچے کی آنکھیں سخت، سرخ اور متورم ہوتی ہیں، گاڑھی رطوبت خارج ہوتی ہے (سوزاک کے مرض میں پیشاب کی نالی میں خراش اور جلن ہوتی ہے اور پیشاب درد کے ساتھ خارج ہوتا ہے) اگر نومولود بچے کے ہاتھ پاؤں زرد ہوں تو یہ یرقان کی نشانی ہوتی ہے، پیشاب اور پاخانہ ابتداء میں طبعی رنگ کا ہوتا ہے، اگر بچے کی کھوپڑی درمیان سے نرم ہو اور جسم کا رنگ اکثر نیلگوں ہو تو یہ مرض اٹھراء پر دلالت کرتا ہے، رنگ بدلتا ہے اور ہاتھ پاؤں پر تشنجی اور سُکڑنے کی کیفیت ہو جاتی ہے......منہ سے رال کثرت سے بہنا، پیٹ کے کیڑوں پر دلالت کرتا ہے چھینکیں آنا اور آنکھوں کا سرخ ہونا، نتھنے پھولے ہوئے ہونا زکام پر دلالت کرتا ہے، بچوں کے منہ کا کھلا رہنا، پھیپھڑوں اور دل کے کمزور ہونے کی علامت ہے۔

اخبار ادارہ　　　　　　مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ ۷/ ۱۴/ ۲۱/ ۲۸/ رجب کو تینوں مساجد میں وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

□......جمعہ ۷/ ۱/ رجب حضرت مدیر صاحب بمع اہل وعیال جناب عابد خان صاحب کے یہاں ظہرانے اور عشائیے پر مدعو رہے۔

□......جمعہ ۲۱/ رجب ادارہ کے ہال اور مسجد کے فرشوں پر ماربل کی رگڑائی کا کام مکمل ہوا۔

□......ہفتہ یکم رجب/ شعبہ ناظرہ بنین وبنات میں پندرہ روزہ تعطیلات کے بعد اسباق کا آغاز ہوا۔

□......ہفتہ ۲۲/ رجب مولانا عبدالسلام صاحب رات کو دو دن کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔

□......اتوار ۲/ ۹/ ۱۶/ ۲۳/ رجب بعد ظہر طلبہ کرام کی بزم ادب، بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجالس ملفوظات منعقد ہوتی رہیں۔

□......اتوار ۱۶/ رجب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اور جناب حکیم فیضان صاحب زید مجدہ اسلام آباد بڑے حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں شریک ہوئے۔

□......اتوار ۲۳/ رجب متعلم حافظ حمزہ رفیق (جو ادارہ کے پڑوس میں رہتے ہیں) کے تکمیل حفظ کے سلسلہ میں دعائیہ تقریب ہوئی حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہوا، متعلم مذکور کے اعزہ موجود تھے، متعلم کے والد جناب رفیق صاحب نے اس تقریب کے اختتام پر دوپہر کے کھانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔

□......اتوار ۲۳/ رجب حضرت مولانا نعمان اللہ دامت برکاتہم (مدیر مدرسہ اشاعت القرآن، شانگلہ، سوات) ادارہ میں تشریف لائے، عصر تک حضرت کا قیام رہا، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے مجالست ہوئی۔

□......اتوار ۲۳/ رجب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے بعد ظہر محمد زاہد حسین صاحب معرفت مزمل صاحب (سید پوری گیٹ) کا نکاحِ مسنون سجان سنگھ کی بلڈنگ میں پڑھایا، اس موقعہ پر بیان بھی ہوا۔

□......پیر ۷/ ۱/ رجب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مجلس فقہی راولپنڈی اسلام آباد کی طرف سے اسلامی بینکاری اور تکافل کورس میں شریک ہوئے، یہ چار روزہ کورس تھا جس میں اسلامی بینکاری کا پورا تعارفی خاکہ اہل علم کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ اس کے مختلف پہلوؤں کے صحت وسقم پر وہ علیٰ وجہ البصیرت نظر کر سکیں۔

□......سوموار ۷/ ۱/ رجب مفتی محمد یونس صاحب دامت برکاتہم اور بندہ امجد اسلام آباد حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔

Idara Ghufran

□......منگل ۱۸/ رجب حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کچھ دنوں کے لئے کراچی تشریف لے گئے وہاں آپ دارالعلوم کورنگی کراچی کی تقریب ختم بخاری میں مدعو ہیں۔

□......منگل ۱۸/ رجب آج بھی حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اسلامی بینکاری کورس میں شریک ہوئے، باقی دودن بندہ امجد آپ کی طرف سے شریک ہوتا رہا۔

□......منگل ۲۵/ رجب مولانا الیاس کوہاٹی صاحب تشریف لائے ،حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے بعض علمی مسائل پر مشاورت ہوئی۔

□......بدھ ۵/۱۲/۲۶/ رجب بعدظہر طلبہ کرام کے لئے اصلاحی بیانات ہوئے۔

□......بدھ ۱۲/ رجب مولانا الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم (سرگودھا) دارالافتاء میں تشریف لائے حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ومجالست ہوئی۔

□......بدھ ۱۹/ رجب حضرت مولانا نذر الرحمان صاحب دامت برکاتہم (رائیونڈ مرکز) اوران کے خلف الرشید معروف عالم دین مولانا عبدالرحمان صاحب دامت برکاتہم (مدیر مدرسۃ البنات ڈی ایم ل راولپنڈی) دارالافتاء میں تشریف لائے ساتھ چند دیگر احباب بھی تھے،حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی۔

□......بدھ ۲۶/ رجب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مدرسۃ البنات جامعۃ الرشید ڈھوک فرمان علی میں سمر کورس کے اختتام پر اختتامی بیان کے لئے مدعو تھے،ظہر سے پہلے واپسی ہوئی۔

□......جمعرات ۱۳/ رجب کو مفتی محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کا جامعۃ الرشید للبنات ڈھوک فرمان علی میں سمر کورس میں شریک خواتین کے لئےمنتظم جناب عرفان اکبر وعمران صاحبان کی دعوت پر اصلاحی بیان ہوا۔

□......جمعرات ۲۶/ رجب ادارہ غفران میں چالیس روزہ سمر کورس للبنات اختتام پذیر ہوا،امسال اس کورس کے لئے حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے از سرِ نو مکمل دینی نصاب چھ اسباق پر مشتمل ترتیب دیا تھا جو مکمل ان چالیس روز میں پڑھایا گیا اور یہ مفید اور جامع پایا گیا۔**فالحمد للہ علی ذالک.**

□......جمعرات ۲۷/ رجب کو بعدظہر متعلم حفظ حافظ محمد ریحان (برخوردار حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم) کی تکمیل حفظ کے سلسلہ میں دعائیہ تقریب ہوئی،شام کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے اس حوالے سے اہل ادارہ (کارکنان ومعلمین مع اہل خانہ) اوراپنے بعض قریبی اعزہ کے لئے عشائیہ کا اہتمام تھا۔

□......جمعرات ۲۷/ رجب مولانا خلیل صاحب (مسجد زکریا،راولپنڈی) ادارہ میں تشریف لائے اورحضرت مدیر صاحب سے مختلف فقہی مسائل پر گفتگو فرمائی۔

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

2 جولائی 2008ء بمطابق 27 جمادی الثانی 1429ھ: پاکستان: پاک افغان سرحد پر اتحادی و پاکستانی فورسز کا مشترکہ آپریشن متعدد جاں بحق، خیبر ایجنسی میں آپریشن جاری 2 تنظیموں کے مراکز تباہ 58 مغوی اہلکار رہا **3 جولائی**: پاکستان: سزائے موت عمر قید میں تبدیل، وفاقی کابینہ نے منظوری دے دی افغانستان: لوگر طالبان نے ہیلی کاپٹر مار گرایا، اسپین بولدک میں خودکش حملہ 8 اتحادی فوجی ہلاک **4 جولائی**: پاکستان: مری تا فیض آباد فلائی اوور بنائینگے، 90 فیصد ملکی وسائل پر قبضہ گروپ اور کرپٹ عناصر قابض ہیں، وزیرِ اعلیٰ پنجاب **5 جولائی**: پاکستان: سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کرنے پر سپریم کورٹ کا از خود نوٹس، حکومت سے 14 جولائی تک جواب طلب **6 جولائی**: پاکستان: راولپنڈی اسلام آباد، طوفانی بارش سے تباہی لئی میں طغیانی، 4 افراد جاں بحق، پانی گھروں میں داخل، کروڑوں کا نقصان **7 جولائی**: پاکستان: شہدائے لال مسجد کانفرنس کے اختتام پر خودکش دھماکہ، ایس ایچ او رسہالہ 13 پولیس اہلکاروں سمیت 20 جاں بحق **8 جولائی**: پاکستان: کراچی، 8 بم دھماکے 2 جاں بحق، 50 زخمی افغانستان: کابل: بھارتی سفارت خانے پر خودکش حملہ، ملٹری اتاشی سمیت 41 ہلاک **9 جولائی**: پاکستان: آئندہ امریکی صدر کے لئے عراق یا افغانستان نہیں پاکستان بڑا چیلنج ہوگا، بش **10 جولائی**: پاکستان: جلال آباد میں بھارتی قونصل خانے پر حملہ، 6 افراد ہلاک **11 جولائی**: پاکستان: 08-2007 کے دوران ملکی تجارتی خسارہ 20 ارب 74 کروڑ ڈالر کی سطح سے تجاوز کر گیا پاکستان: اسٹیل ملز نے اسٹیل مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا **12 جولائی**: پاکستان: انگورہ چیک پوسٹ پر اتحادی افواج کا حملہ، پاک فوج کی جوابی کارروائی، دونوں اطراف سے متعدد اہلکار زخمی پاکستان: وفاقی حکومت نے نواز شریف پر عائد اعتراضات کا جواب سپریم کورٹ میں داخل کرا دیا **13 جولائی**: پاکستان: ہنگو جھڑپیں حملے، 15 سیکورٹی اہلکاروں سمیت 22 جاں بحق **14 جولائی**: افغانستان: طالبان کی کارروائیاں اور خودکش حملے، 10 امریکیوں سمیت 35 اتحادی ہلاک پاکستان: وزیرِ اعظم کو بتا دیا ہے کہ ججز کی بحالی کے بغیر کابینہ میں واپسی ناممکن ہے، نواز شریف **15 جولائی**: پاکستان: پٹرول ڈیزل مزید مہنگا کرنے کی سمری تیار، آج 5 سے 6 روپے فی لیٹر اضافے کا اعلان متوقع پاکستان: فیڈرل بورڈ نے میٹرک کے نتائج کا اعلان کر دیا، 69 فیصد طلبہ کامیاب **16 جولائی**: پاکستان: ادویات کی قیمتوں میں 20 سے 25 فیصد اضافے کا فیصلہ باقاعدہ نوٹیفکیشن 14 اگست سے قبل ہو جائے گا

---

17 جولائی: پاکستان: وفاقی کابینہ کا اجلاس مہنگائی روکنے کے لئے دو کمیٹیاں قائم، ملک بھر میں 8 ہزار سی این جی

بسیں چلانے کا اعلان ✍ **18 جولائی:** پاکستان: شمالی وزیرستان سرحد کے آر پار نیٹو فوج اور مقامی طالبان کے ایک دوسرے پر حملے، ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنایا گیا، 9 افغان فوجی زخمی ✍ **19 جولائی:** پاکستان: بھارت سے ڈیزل، تیل ،سٹیل اور کتابیں درآمد کرنے کی اجازت، برآمدی ہدف 22.10 ارب ڈالر مقرر، 09-2008 کے لئے تجارتی پالیسی کا اعلان ✍ **20 جولائی:** پاکستان: مہمند ایجنسی پر افغانستان سے میزائل حملہ وانا میں امریکی طیارے پر قبائلیوں کی فائرنگ ✍ **21 جولائی:** پاکستان: پٹرول 11 روپے، ڈیزل 9.49 روپے، مٹی کا تیل 8.20 روپے فی لیٹر مزید مہنگا ✍ **22 جولائی:** پاکستان: ڈاکٹر عبدالقدیر کی نظر بندی ختم، سیکورٹی کلیئرنس کے بعد نقل وحرکت کی اجازت جوہری معاملات پر بات کرنے کی پابندی ✍ **23 جولائی:** پاکستان: بے نظیر قتل کا اہم گواہ بلاول ہاوس کے چیف سیکورٹی آفیسر خالد شہنشاہ کراچی میں قتل، تحقیقات کا حکم دے دیا گیا ✍ **24 جولائی:** پاکستان: حکمران اتحاد کا اجلاس، فاٹا میں آپریشن کے بجائے، مذاکرات پر اتفاق ✍ پاکستان: بیوی کو طلاق دینے والے شخص کو اپنی نصف جائیداد مطلقہ کے نام کرنا پڑے گی، مسودہ قانون کی تیاری شروع کردی ہے، حکومت ✍ **25 جولائی:** پاکستان: وزیرِ اعلیٰ پنجاب نے مری میں غیر قانونی تعمیرات کا نوٹس لے لیا، سٹریٹ لائٹس کی درستگی، پارکنگ پلازے تعمیر کرنے کا حکم ✍ **26 جولائی:** پاکستان: انتظامیہ کی مذاکرات کی پیشکش مسترد، جامعہ حفصہ کی جگہ پر خیمے نصب باقاعدہ کلاسز شروع، اگلے مرحلے میں جامعہ فریدیہ کو از خود کھولنے کا اعلان۔

ایصالِ ثواب کے فضائل واحکام

ایصالِ ثواب کا قرآن وسنت، اجماع اور شرعی قیاس سے ثبوت، مطلق اور عام ایصالِ ثواب کے منکر کا حکم، فقہ کے چاروں ائمہ کے سلسلہ کی کتابوں سے، مالی اور بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کا ثبوت، دعا واستغفار، ذکر وتلاوت، نماز، روزہ، صدقات وخیرات، حج وعمرہ اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب پر احادیث وروایات، ایصالِ ثواب کی شرائط، ایصالِ ثواب سے متعلق بدعات ورسوم، اور ایصالِ ثواب کے طریقے اور اس سے متعلق مختلف مسائل واحکام

مصنّف

مفتی محمد رضوان

اداہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

Chain of Useful Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan Translated By Abrar Hussain Satti

Is There Any Picture On The Moon?

(Part IV)

(Continued previously....)

We do not know that in future what kind of claims will come in front of us. However! The mentioned detail defines the position of this thing which is famous among the people that there is a picture of shoe of Holy Prophet (S.A.W) on the moon. That it is not any criteria of being a thing right or wrong, but the criteria of right and wrong is the Holy Quran Sunnah and the congregation of Sahaba (R.A).

One thing more should remember, that the Shoe of the Holy Prophet (S.A.W) which is presented by some people it is very difficult to prove its hundred percent likeness with the real shoe of the Holy Prophet (S.A.W), however we did not deny it completely, and caution is in it that we keep silence and do not say any thing about it, for the reason that it is very dangerous thing to say that it is the real shape of the shoe of the Holy Prophet (S.A.W).

(..........To be continued)